



كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعَارِ مَا هُمْ وَشَاهِدُوا أَنَّ
الرَّسُولَ حَقٌّ فَبِئْسَ الْبَيْتُ لِلَّهِ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ

اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو کیونکر ہدایت دے جو ایمان لانے کے بعد
کاٹ ہو گئے اور وہ (پہلے ہی) اس بات کی گواہی دے چکے ہیں کہ یہ
رسول برحق ہے اور ان کے پاس نہ لامل بھی آگئے اور اللہ ظالموں کو
ہدایت نہیں دیتا

الہامی ادب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاَمَلْ عَلَيْهِمْ نَبَا الَّذِیْ اٰتٰیْنَا فَاَنْسَاخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ
الشَّیْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِیْنَ ۝ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَئِنْ
اَعْلَمَ اِلٰی الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هُوَ مَا ۙ فَتَخَلَّفَ لَمَثَلِ الْكَلْبِ ۙ اِنْ
تَحَمَّلَ عَلَیْهِ يَلْهَثْ اَوْ سَاقَطَ يَلْهَثْ ۚ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ
الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِآیٰتِنَا (الاعراف : ۱۷۹-۱۷۵)

○○○○○○○○○○

اور ان کے سامنے اُس شخص کا حال بیان کرو جس کو ہم نے
اپنی آیتوں کا علم عطا فرمایا پھر وہ اُن سے منحرف ہو گیا۔ آخر کار شیطان
اُس کے پیچھے لگ گیا یہاں تک کہ گمراہیوں میں ہو گیا اگر ہم چاہتے تو ان
آیتوں کے ذریعے رفعت عطا فرماتے مگر وہ تو پستی کی طرف مائل ہو گیا
اور خواہش نفس کی پیروی میں لگ گیا۔ تو اُس کی مثال کتے کی سی ہے
کہ اگر تم اُس پر حملہ کرو تب بھی زبان نکالے رہے اور اُسے یوں ہی چھوڑ
دو تو بھی زبان نکالے رہے۔ یہی مثال ہے اُن لوگوں کی جنہوں
نے ہماری آیات کو جھٹلادیا۔ (الاعراف : ۱۷۹-۱۷۵)

حکملہ اللہ

مدیر مسئول: محمد اعظم خان
نائب مدیر: طارق نسیم

اس شمارے میں

ترتیب

۱۔ حدیث رد اداریہ

۲۔ دعوت اسلام محمد اقبال قریشی (۱۳۲۰ھ)

۳۔ اللہ کا نافرمان ابوالرحمن احمد علی

۴۔ فتنہ انکار حدیث فقیر اللہ، نیو کراچی

۵۔ مالکم لاترجون للہ وقارا انیس الدین، کراچی

۶۔ مسلمان کی قومیت بیٹھو بھائی، اورشد ناویسٹری

۷۔ تاریخ کے آئینے میں (شہادت البکر) ام جاوید
نفاہ عام سوسائٹی کراچی

۸۔ ہرود علیہ السلام طارق الرحمن
ماڈل لائوٹی کراچی

۹۔ سلسلہ سوال جواب ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی رشتہ اللہ

معاونین

محمد یٰ کو

ڈاکٹر طارق الرحمن

سعید احمد

انیس الدین

محمد صدیق خان

کامران رشید

پرچہ
بلا قیمت
تقسیم کیا جاتا
ہے



مقام اشاعت خط و کتابت کاپر
ڈاکٹر حبیب اللہ
۱۸-ای-رقاب عام سوسائٹی کراچی
فون: ۷۸۵۷۳۵

تحریکی کو متحرک رکھنے اور
"حبیب اللہ" کی اشاعت ممکن بنانے
کے لیے ہر ماہ کچھ نہ کچھ مالی تعاون
ضرور فرمائیے۔

اب ہمارے لئے سوچنے کا مفاد یہ ہے کہ اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ہمیں اپنے اندر جس شعور و احساس کو اجاگر کرنا ہے جس سرزد عمل کو اپنانے اور جس طرح تحریمت کئے کی ضرورت ہے کیا واقعتاً ہم اپنے آپ کو عقائد متوال سمجھ کر خالص لہجہ کے جذبے سے کوئی تیاری کر رہے ہیں یا اس کے لئے فکر منداں کہ ہیں کیونکہ یہ انبیاء کے عظیم مشن کی پیروی اور اس اعتبار سے انتہائی کمٹن واہ ہے یہاں بے صبری یا بلند بازی کا مظاہرہ کرنے کے بجائے صبر و شہادت استقامت سے جیسے پہننے کی ضرورت ہے۔ یہ ایک مسلسل اور تھکا کھٹے والا عمل ہے جس کے لئے ضروری ہے کہ اللہ کی کتاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور صحابہ کرام کے واقعات سے رہنمائی حاصل کی جائے تاکہ شعوری طور پر اس بات کا یقین حاصل ہو اور دل مطمئن ہو جائے کہ اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے، جہنم کی آگ سے اپنے جسم و جان کو بچانے اور دنیا و آخرت میں کامیاب ہونے کا یہی ایک طریقہ ہے ورنہ ذات تحریمات اور نامساعد حالات کا دھارا ہمیں اصل نصب العین سے ہٹا کر اپنے ساتھ بہا لے جائے گا۔

اس لئے ہمیں چاہیے کہ حتمی المقدر قرآن و حدیث کا علم حاصل کرنے اور ساتھ ہی ساتھ اس کو اچھی طرح سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں اور اپنے اندر وہ حقیقی تبدیلی پیدا کریں جو اللہ کو مطلوب ہے یعنی ہمارے حال اور حال میں کوئی فرق و تضاد نہ رہے۔ انفرادی ذمہ داریوں کو آخرت کی جوابدہی کے احساس سے پورا کرنا ہوتا ہے اجتماعی کاوش میں معاون بنیں۔ اس مقصد کے لئے قائم کی گئی تنظیم سے پُر خلوص وابستگی رکھیں۔ خود غرضی کے ساتھ نظم کی پابندی کریں۔ آپس میں محبت اور اخوت کی فضا پیدا ہو اور باہمی اتفاق و اتحاد کے ساتھ اللہ کی راہ میں چلے جائیں۔ قرآن میں ہماری تعلیم کے لئے صحابہ کرام اور دوسرے متقی اہل ایمان کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور جو ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے مقابلے میں سخت اور آپس میں رحمدل ہیں (البقرہ: ۲۵۶) متقیان کے بارے میں فرمایا کہ وہ غلطی کو روکنے اور لوگوں کے قصور معاف کرنے والے ہوتے ہیں (آل عمران: ۱۳۴) اسی طرح اہل ایمان کی یہ شان بیان کی کہ وہ اللہ سے نہ صرف اپنے لئے اور پیسے گزر جانے والے ایماندار ساتھیوں کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں بلکہ اس بات کے لئے بھی دست برد ہمارے ہیں کہ ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے کوئی کینہ یا حسد وغیرہ پیدا نہ ہوئے (الشعراء: ۱۰) حدیث میں ایک مومن کو دوسرے کا آئینہ قرار دیا گیا گویا ایک مومن کے رویے اور خیر خواہانہ طرز عمل میں دوسرے کی اصلاح کا پہلو مضمر ہے۔ اس لئے آج بھی اور ہر دور میں ایسی تنظیم کے ساتھیوں کے لئے یہی ایک معیاری انداز ہے جس کی انہیں پیروی کرنا چاہیئے۔

لیکن اس کے برعکس اگر انکی صفوں میں انتشار ہو، معمولی معمولی ذاتی نوعیت کے اختلافات کو اللہ کے لئے اور اللہ کے دین کے وسیع تر مفاد میں بھی ختم نہ کیا جاسکے بلکہ یہ اختلافات ان کے درمیان ذہنی فاصلوں کو اس حد تک بڑھادیں کہ باقاعدہ محاذ آرائی اور گروہ بندی کی صورت پیدا ہو جائے تو پھر رہنمائی اور دین کی دعوت سے مخلصانہ وابستگی کے دعویٰ کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے یہ پہلو قابل غور ہے۔ شیطان اپنا دار کرنے کے لئے ہر طرف گھٹات لگائے بیٹھائے ہیں اس لئے ہمیں دُفعرب سے اللہ کی پناہ مانگنے ہوئے قرآن و حدیث کی تعلیمات کی روشنی میں اپنے طرز عمل کا جائزہ مسیکر اصلاح کی کوشش کرتے رہنا چاہیئے۔ ہمیں ماضی کے تلخ تجربات سے سبق حاصل کئے ہوئے ایسے عناصر کی سرگرمیوں پر نظر رکھتے رہنا چاہیئے جو تفاق کے لبادے میں ہماری صفوں کے اندر گھسے جتے ہیں اور موقع ملنے پر تنظیم کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہمیں ہر آزمائش اور فتنہ انخیز صورت حال میں ہرولی کا شکار ہونے کے بجائے اطاعت فی السر و ظہر کے اصول پر اپنی تنظیم بچھڑے رہنا چاہیئے اور اللہ پر یقین اور بھروسہ رکھنا چاہیئے کہ وہ اپنے بندوں کو ایسے عناصر کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑے گا بلکہ ان کی نصرت فرماتا ہے اور حقیقت کو عینیت سے چھٹا کر علیحدہ کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں خلوص اور صبر و استقامت کے ساتھ اپنے دین پر قائم رکھے شیطان کے عمار سے اپنی پناہ میں رکھے اور ہر آزمائش میں ہماری مدد فرمائے۔ آمین

دعوتِ اسلام

تحفہ
محقق اقبال قریشی
(جلد دوم)

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اللہ کے سوا کوئی الہ (غوث، دستگیر، حاجت ردا، مشکل کشا، غریب نواز، گنج بخش) نہیں ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ تاقیامت انہی زندگی انسانیت کے لئے اللہ کی زندگی کا بہترین اور کامل نمونہ ہے۔

یہ کلمہ ایک گواہی اور عہد ہے جس کو پڑھنے اور یقین کے ساتھ اپنانے کے بعد غیر مسلم، کافر، مسلم و مومن ہو جائے۔ اس کلمہ میں پہلے غیر اللہ کی الوہیت کا انکار ہے اور اس کے بعد ایک اللہ ہی کے معبود ہونے کا اقرار۔ گویا جب تک کوئی ماسوا کا انکار نہیں کرتا، اللہ کا اقرار صحیح معنوں میں ہو نہیں سکتا۔ دوسرے لفظوں میں کفر و شرک سے تائب ہو کر مومن و مسلم بننے والوں کو ان پیشروں، جن کی وہ اللہ کے علاوہ عبادت کیا کرتے تھے، کی بنی کا انکار کرتا پڑے گا۔ قرآن و سنت کے برخلاف اختیار کردہ عقائد و نظریات کو چھوڑ کر ان سے بیزاری کا اعلان کرنا پڑے گا۔ چنانچہ اگر وہ اللہ وحدہ لا شریک کی ہمدی اور قرآن و سنت کی تعلیمات کا انکار کرتے تھے تو اب مسلمان ہو کر اللہ کے لئے اپنے انکار کو اقرار سے بدلتا ہو گا۔ اور اپنی سابقہ برکشت سے کٹ کر تعلیم و اختیار کرنا پڑے گی۔ تب ہی وہ واقعتاً مومن و مسلمان کہلائے گا جس کی ہمتیں ہل گئیں۔

اسی طرح خود کو ال کتاب یا مومن اور مسلمان کہلاتے ہیں باوجود شرک کرنے والوں کو سمجھایا جائیگا کہ یہ اللہ کی زندگی کا انداز نہیں ہے۔ اللہ کی کتاب آپ سے بھیجی اور پھر آپ کا مطالبہ کرتی ہے۔ مسلمان تو فقط اللہ کو خالق و مالک سمجھتا ہے۔ وہ غازی کی ہر رکعت میں پڑھتی جانے والی سورۃ فاتحہ میں اقرار کرتا ہے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو سارے عالم کا پالنے والا ہے، سب کی ضروریات کو پورا کرنے والا ہے۔ جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ تمام مخلوق اس کے چشمہ رحمت سے فیض یاب ہو رہی ہے۔ یہی تمہارا معجزہ کائنات ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے خطاب کر کے یہ عہد کرتا ہے کہ ہم مومن اور مومن تیری عبادت کرتے ہیں اور مومن اور مومن تجھے (باقی) (اس باب) مدد مانگتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ دعا بھی مانگتے ہیں کہ مالک! ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔ ان لوگوں کے راستے پر چلا جن کو تو نے انعامات سے نوازا اور ان لوگوں سے راستے پر نہ چلا جن پر تیرا غضب نازل ہوا اور جو گمراہ ہو گئے۔ اس طرز ایک مومن اللہ کی ذات و صفات، حقوق و اختیارات، علم و تعارفات، دعا اور تضرع و نیاز کے معاملے میں، عرض کسی طرح بھی کسی اور

کو شریک نہیں کرتا۔ قرآن کو اللہ کی کتاب اور ضابطہ معیات سمجھتا ہے۔ اس کو (ترجمہ کے ساتھ) سمجھ کر پڑھتا اور بلا معاوضہ پڑھتا ہے اور حتیٰ الوسع اس پر عمل کی کوشش کرتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا بندہ اور تیری رسول تسلیم کرتا ہے اور ان کے فرمان و اعمال کے مطابق خود انسانیت کے لئے مشعل راہ بننے کا عمل کی کوشش کرتا ہے۔

اب اگر کوئی کلمہ پڑھتا ہے، قرآن کو اللہ کی کتاب برحق و ضابطہ معیات تسلیم کرتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانتے گا تو عید پارہی ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ اللہ کے علاوہ دوسروں کو بھی دائرہ تسلیم، مشکل کشا، غوث، گنج بخش حاجت روا، حاضر و ناظر، عالم الغیب، غنا، کل، نفع یا نقصان دینے والا، کشتی پار لگانے والا، اولاد دینے والا یا بھڑی میں برکت دینے والا کہتا اور سمجھتا ہے، قرآنی آیات کے برخلاف غیر اللہ کے نام کی تیار دیتا اور کھانا پکھانا، ثواب و برکت سمجھتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ ایسا ذکر کی صورت میں کوئی بھی بھاری جانی و مالی نقصان ہو سکتا ہے یا کاد بار و ملازمت غریب ہو سکتی ہے۔ اپنی پریشانی اور مشکلات میں اللہ کے علاوہ دوسروں کو مدد، مشکل کشائی اور حمایت دہانی کے لئے لیکھتا ہے یا ان کو دعاؤں میں واسطہ اور وسیع بناتا ہے، اللہ پر توکل اور جھوٹے گمانوں کے عیاں مزاہد اور آستائیں پر بھروسے لگاتے، تخرید کنندوں، کرکڑوں، دھچکے اور امیٹوں کی دوسری چیزوں پر یقین رکھتا ہے، اندری طرح دیگر عقائد اعمال میں قرآن و سنت کی خلاف ورزی کے علاوہ بہت سی بدعات کو عبادات سمجھتا ہے تو ایسا شخص ہرگز مسلمان نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ کتاب اللہ کا فیصلہ ہے: وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ عَنْدَنَا وَهُوَ فِي الْأَخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ جو شخص اسلام سے ہٹ کر کوئی اور دین اختیار کر لیا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائیگا اور ایسا شخص آخرت میں خسارہ پانے والوں میں ہو گا۔ (آل عمران: ۸۵)

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جہاں غلصہ اور کجگو ایمانداروں کے لئے دنیا و آخرت کی کامیابی کی خوشخبری دی ہے وہاں کفر و شرک کی ہلاکت خیری سے اپنے بندوں کو خبردار بھی کیا ہے۔ طالعہ فرماتے ہیں: وَلَا تَلْسُوا وَلَا تَحْزَنُوا لَكُمْ الْأَعْلَانُ إِنَّ كُنْتُمْ مَوْتِيَّتِينَ ۝ اور مایوس نہ ہونا اور کسی طرح کا غم کرنا اور تم ہی مرنے والے ہو گے بشرطیکہ تم مومن ہو۔ (آل عمران: ۱۳۹)

الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ

مُشْفِقُونَ ۝ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ علم (یعنی شرک) کی ملامت نہیں کی، انہی کے لئے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔ ۴۴ (الانعام: ۸۳)

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلُ ۚ وَكَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ ۝ (الرعد: ۲۲)
 ”کہہ دو کہ زمین پر چلو پھرو اور دیکھو کہ تم سے پہلے لوگوں کا کیا انجام ہوا ہے (وہ اس لئے اللہ کے غضب کا شکار ہوئے ہیں کہ) ان کی اکثریت شرک کرنے والوں پر مشتمل تھی۔“ (الرعد: ۲۲)

انہیں اللہ فرماتا ہے کہ ان کی اکثریت کا حال یہ ہے کہ وہ اللہ پر ایمان کے دعوے کے ساتھ ساتھ شرک بھی کرتے ہیں۔ وَمَا يَشْعُرُونَ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ (لَا وَهُمْ مُشْرِكُونَ) (یوسف: ۱۰۶)
 شرک اللہ کے نزدیک ناقابل معافی گناہ اور عظیم عظیم ہے۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرَ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَن يَشَاءُ ۚ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا ۝ ”بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو معاف نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شرک کیا جائے اس کے علاوہ اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے لیکن اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک ٹھہرایا اس نے بہت بڑا گناہ باندھا۔“ (النساء: ۳۸)
 إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ۝

”بلشبہ شرک بڑا (بھاری) ظلم ہے۔ (لقمان: ۱۳)

شرک کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔
 إِنَّهُ مَن يَشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ سُبُلَ اللَّهِ عَن مَّوَاقِدِ النَّارِ وَمَا يَلْظُمُ الْفَاسِقِينَ مِنَ النَّارِ ۝ (المائدہ: ۶۲) ”بے شک ان شخص پر جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے اللہ نے جنت کو حرام کر دیا ہے اس کا ٹھکانہ (جہنم کی) آگ ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَكْذِبُوا بَايَعْنَاكَ أَوْلَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ خَالِدِينَ فِيهَا وَيُسَوِّغُ الْمُنَافِقُونَ ۝“ اور جنہوں نے کفر کیا

اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی اہل دوزخ ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے اور وہ بڑا ٹھکانا ہے۔“ (التفالن: ۱۰)

پس دوزخ سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ قرآن اور احادیث صحیحہ کے مطابق اپنے ایمان و عقیدے اور عمل کو شرک، کفر، فلاح اور عت سے پاک کر لیں اور عمل صالح کے ذریعہ تعویذ کی راہ اختیار کر لیں۔

کفر و شرک اور بدعت سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے ضروری ہے کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں ان کی حقیقت کو پوری طرح سمجھنے کی کوشش کی جائے ورنہ ذیل سطور میں انکی مختصر وضاحت پیش کی جاتی ہے۔

کفر: قرآن و حدیث کے احکام اور تعلیمات میں سے کسی کو رد ماننا یا جھٹلانا کفر ہے۔ ہر ایک شرک بالتحقیق کفر ہے لیکن ہر کفر شرک نہیں۔ انجام کے اعتبار سے ہر کفر کا ٹھکانہ جہنم کے لئے جہنم کی آگ ہے۔ فرمان الہی ہے:

وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَكْذِبُوا بَايَعْنَاكَ أَوْلَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ خَالِدِينَ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ (البقرہ: ۲۸) اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کی تکذیب کی، وہ لوگ جہنمی ہیں، وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔ (البقرہ: ۲۸)

شک: اللہ کی ذات و صفات، اس کے حقوق و اختیارات اور علم و تصرف میں کسی اور کو ساجھی ٹھہرانا خواہ وہ اس کا کوئی نیا، دلی یا نیک بندہ ہی کیوں نہ ہو، شرک ہے۔ قرآن مجید میں

سے پتہ چلتا ہے کہ یہود و نصاریٰ۔ اہل کتاب امتوں نے غیر اور مسیح علیہما السلام کو بالترتیب اللہ کا بیٹا اور یا ہے اور مشرکین عرب تمہارے شریک اور اللہ کی بیٹیاں سمجھتے تھے۔ یہ ذات کا شرک ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اس کی بے زور تردید کی ہے اور ان کے اس جرم پر اپنے فیض و غضب کا اظہار فرمایا ہے۔ سورۃ

مریم میں بیان کیا گیا کہ ان لوگوں نے جو اللہ کے لئے بیٹے کا دعویٰ کیا ہے یہ اتنی بڑی گستاخی اور جسارت ہے کہ قریب ہے کہ اس (جھوٹ و افتراء) سے آسمان چھٹ پڑیں۔ زمین شق ہو جائے اور پہاڑ لرز لرز کر پڑیں۔ اور یہ اللہ کے شایان شان نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے۔ (آیات: ۹۰-۹۲) سورۃ

الاحقاف میں فرمایا۔ کَفَرُوا وَلَوْ كُنَّا أَعْيُنُكَ لَفُوقَ سِدْرِكَ ۚ اَلَّذِينَ يَدْعُونَكَ إِلَىٰ طَرَفِ الْمَسْجِدِ يَصِيحُونَ أَنِ اللَّهُ حَمِيدٌ ۚ اَلَّذِينَ يَدْعُونَكَ إِلَىٰ طَرَفِ الْمَسْجِدِ يَصِيحُونَ أَنِ اللَّهُ حَمِيدٌ ۚ اَلَّذِينَ يَدْعُونَكَ إِلَىٰ طَرَفِ الْمَسْجِدِ يَصِيحُونَ أَنِ اللَّهُ حَمِيدٌ ۚ

”وہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔“ (آیات: ۹۰-۹۲) سورۃ الاحقاف میں فرمایا۔ کَفَرُوا وَلَوْ كُنَّا أَعْيُنُكَ لَفُوقَ سِدْرِكَ ۚ اَلَّذِينَ يَدْعُونَكَ إِلَىٰ طَرَفِ الْمَسْجِدِ يَصِيحُونَ أَنِ اللَّهُ حَمِيدٌ ۚ اَلَّذِينَ يَدْعُونَكَ إِلَىٰ طَرَفِ الْمَسْجِدِ يَصِيحُونَ أَنِ اللَّهُ حَمِيدٌ ۚ اَلَّذِينَ يَدْعُونَكَ إِلَىٰ طَرَفِ الْمَسْجِدِ يَصِيحُونَ أَنِ اللَّهُ حَمِيدٌ ۚ

اسی طرح اللہ کو نور کا بنا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نور کا ٹھکانا سمجھنا کفر اور شرک بالذات ہے۔ اللہ تو فرماتا ہے۔ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۚ يَعْنِي اَللَّهُ جَسَدِي كَوْنِي خَيْرَ نَبِيٍّ ۚ اَلَّذِينَ يَدْعُونَكَ إِلَىٰ طَرَفِ الْمَسْجِدِ يَصِيحُونَ أَنِ اللَّهُ حَمِيدٌ ۚ اَلَّذِينَ يَدْعُونَكَ إِلَىٰ طَرَفِ الْمَسْجِدِ يَصِيحُونَ أَنِ اللَّهُ حَمِيدٌ ۚ اَلَّذِينَ يَدْعُونَكَ إِلَىٰ طَرَفِ الْمَسْجِدِ يَصِيحُونَ أَنِ اللَّهُ حَمِيدٌ ۚ

کوئی چیز نہیں۔ (الشوری: ۱۱) خالق اور مخلوق ایک ہی جنس یا ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔ فوراً و تاریکی کو اللہ کی مخلوق اور فانی چیز میں نہیں۔

ذات کے شرک کے علاوہ اللہ کی صفات میں شرک کا معاملہ ہے۔ اللہ کے علاوہ اس کی مخلوق میں سے کسی کو حاف و ناصر، عالم الغیب سمجھنا اور وہ شخصیات کا مہیا ہے وہ اللہ کے برابر زیادہ بننے سے ہی کیوں نہ ہوں اپنے بھائی والوں کی پکاروں کو ستارہ زندہ پیر یا شیخ کا اپنے مرید کے حالات سے مافوق

الاسباب طریقے سے باخبر ہونا وغیرہ مہنے کے بعد بھی اللہ کے انبیاء علیہم السلام، دیگر نیک بندوں اور عام وفات شدہ لوگوں کو بتا دینا بیوقوفانہ و شکیانہ شخصیات کا مہیا ہے وہ اللہ کے برابر زیادہ بننے سے ہی کیوں نہ ہوں اپنے بھائی والوں کی پکاروں کو ستارہ زندہ پیر یا شیخ کا اپنے مرید کے حالات سے مافوق

الاسباب طریقے سے باخبر ہونا وغیرہ مہنے کے بعد بھی اللہ کے انبیاء علیہم السلام، دیگر نیک بندوں اور عام وفات شدہ لوگوں کو بتا دینا بیوقوفانہ و شکیانہ شخصیات کا مہیا ہے وہ اللہ کے برابر زیادہ بننے سے ہی کیوں نہ ہوں اپنے بھائی والوں کی پکاروں کو ستارہ زندہ پیر یا شیخ کا اپنے مرید کے حالات سے مافوق

الاسباب طریقے سے باخبر ہونا وغیرہ مہنے کے بعد بھی اللہ کے انبیاء علیہم السلام، دیگر نیک بندوں اور عام وفات شدہ لوگوں کو بتا دینا بیوقوفانہ و شکیانہ شخصیات کا مہیا ہے وہ اللہ کے برابر زیادہ بننے سے ہی کیوں نہ ہوں اپنے بھائی والوں کی پکاروں کو ستارہ زندہ پیر یا شیخ کا اپنے مرید کے حالات سے مافوق

الاسباب طریقے سے باخبر ہونا وغیرہ مہنے کے بعد بھی اللہ کے انبیاء علیہم السلام، دیگر نیک بندوں اور عام وفات شدہ لوگوں کو بتا دینا بیوقوفانہ و شکیانہ شخصیات کا مہیا ہے وہ اللہ کے برابر زیادہ بننے سے ہی کیوں نہ ہوں اپنے بھائی والوں کی پکاروں کو ستارہ زندہ پیر یا شیخ کا اپنے مرید کے حالات سے مافوق

الاسباب طریقے سے باخبر ہونا وغیرہ مہنے کے بعد بھی اللہ کے انبیاء علیہم السلام، دیگر نیک بندوں اور عام وفات شدہ لوگوں کو بتا دینا بیوقوفانہ و شکیانہ شخصیات کا مہیا ہے وہ اللہ کے برابر زیادہ بننے سے ہی کیوں نہ ہوں اپنے بھائی والوں کی پکاروں کو ستارہ زندہ پیر یا شیخ کا اپنے مرید کے حالات سے مافوق

اختیار میں شرک ہے۔

اللہ کو جو کو کسی اور کو مافوق الاسباب طریقے سے مدد کے لئے
جاتا۔ روافی اور متکالی کشتانی کے لئے پکارنا، واسطہ اور وسیلہ بنا کر کسی
کے اسم کا نذر یا زکریا، موسیٰ کے نام کا جالور، داود کے نام کا کھڑا کرنا،
کسی آستانہ یا دار کا بغیر انگلیا یا طواف کرنا۔ چاروں طریقوں پر کسی طرح سے
مراحم عبودیت (بدنی یا مالی) ادا کرنا۔ اللہ کے علاوہ تعویذ گنڈے، کھڑے
اور جھٹے، امام شناسی، کسی قبر اور مزار یا زندہ و مردہ پر صاحب کی کرامات
پر توکل و بھروسہ کرنا اللہ کے حق و اختیار میں شرک ہے۔

اسی طرح اللہ کے علاوہ کسی کے ہاتھ میں یہ گمان رکھنا کہ وہ
پر شیعہ باتوں کا علم رکھتا ہے۔ دلوں کے حال سے باخبر ہے، غیب کا جاننے
والا ہے قسموں کا حال بتا سکتا ہے۔ زندگی میں ہزاروں میل کے فاصلے سے کشف
و کرامات کے ذریعے اور دوسرے کے بعد بھی اپنے پیروکاروں اور پیکار سے
دلوں کے حالات اور مشکلات سے باخبر ہوتا ہے۔ اللہ کے علم میں شرک
ہے۔ نیز مرنے کے بعد کسی بھی دلی، شہید یا دوسری شخصیات کا عالم واقع
میں انکو لوگوں کی مشکل کشائی کرنا، تیمارداری کرنا۔ جنگ و جدال یا دوسری
پریشانیوں میں آکر مدد کرنا اور اسی طرح خدائی اللہ و خدائی شیخ، حملوں و دھما
الوجود اور وحشت الشہود کے نظریات رکھنا اللہ کے تعریف میں شرک ہے۔
قبر پرستی کا شرک جو ہر دور کی طرح آج بھی عروج پر ہے اللہ تعالیٰ کی
عبادت میں شرک کے ساتھ ساتھ دوسرے تمام طرح کے شرک اپنے اندر
سموئے ہوئے ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گذشتہ قوموں کے حوالے
سے اس فعل شیعہ کی مخالفت فرمائی ہے۔ ترجمہ ۱۔ جہنم ربی اللہ نعم
روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ
لوگو! سن رکھو تم سے پہلے جو لوگ گذر چکے ہیں، انہوں نے اپنے انبیاء اور
اولیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا۔ خبردار! تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا۔
میں تم کو اس کام سے منع کرتا ہوں۔ (مسلم)

حاکم رحمۃ اللہ عنہما کی روایت کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود و نصاریٰ
کے بارے میں فرمایا کہ اللہ ان پر لعنت فرماتے گا انہوں نے اپنے انبیاء کی
قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ (بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو بچہ بناتے، ان پر غارت
(جھٹ و غیرہ) تعمیر کرتے اور (مجاور بن کر) بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ قبروں
کو دفن کرنے کے بجائے ان کو زمین کے برابر رکھنے کا حکم دیا ہے۔ (مسلم)
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر جانے کی اجازت اس لئے نہیں دی کہ وہاں
پر بارگاہیہ والوں سے کچھ مانگا جائے، حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لئے
ان کو پکارا جائے یا اللہ کی بارگاہ میں دعا کے لئے ان کو واسطہ اور وسیلہ

بنایا جائے۔ بلکہ آپ نے اس اجازت کا مقصد یہ بیان فرمایا ہے کہ
قبروں کو نہ بچہ کر دینا ہے بلکہ عقیدہ یہ ہوتی ہے اور قبریں موت اور قدرت
یاد دلاتی ہیں۔ (ابن ماجہ و مسلم)

نفاق :-

نفاق یا منافقت یہ ہے کہ کوئی ذریعہ افراد کا فہم
اپنے دنیاوی مقاصد کو بچانے کے لئے اپنی ایمان
اور کفار دونوں سے دوستی اور تعلق کا دم بھرے۔ منافقین حبیب ایمان
والوں کا ظہیر اور بلا و محسوس کرتے ہیں تو ایماندار مرنے یا دوسری گرتے ہیں
سورۃ البقرہ میں ان کے بارے میں بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہ اللہ اور آخرت
پر ایمان کا دھوخی کرتے ہیں لیکن یہ ہرگز ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ اپنے
خیال میں اللہ اور اہل ایمان کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ اللہ
ان کو اسی دھوکے میں رکھتا ہے، ان کے دلوں کے مرض (نفاق) کو اور
بڑھاتا ہے اور ان کے اس جھوٹ کی وجہ سے اللہ نے ان کے لئے دنیا کی
عذاب تیار کر رکھا ہے۔ منافقین کے دو غلط پیر کو دو فرقہ جہاں اس طرح واضح
کیا گیا ہے۔ (۱) الْمُتَّقِينَ يُخَدِّعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا
قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كَسَالَىٰ ۖ يُسَٰئِرُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ
اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا ۚ هَٰذَا قَدَرُ مَا نَبْئِ ذٰلِكَ ۖ لَا إِلَىٰ هَٰؤُلَاءِ وَلَا إِلَىٰ
هَٰؤُلَاءِ ۚ ۝ (کچھ شک نہیں کہ منافقین اپنے زعم میں اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں
جبکہ اللہ ان کو دھوکے میں رکھتا ہے۔ یہ منافقین حبیب نماز کے لئے آٹھ
میں تشریف اور کالی سے آٹھ میں (محض) لوگوں کو دھوکے کے لئے اور اللہ
کو کم ہی یاد کرتے ہیں۔ یہ درمیان ہی میں شک رہے ہیں۔ نہ ان کی طرف ہوتے
ہیں) اور نزل کی طرف (۱) النّٰسُ ۝ ۱۴۲ (۱۳۳) قرآن میں ان کے لئے اسی
دو غلط پیر کی وجہ سے یہ وعید سنائی گئی ہے کہ۔ (۱) النّٰسُ ۝ ۱۴۲ (۱۳۳)
مِنَ النَّاسِ ۚ ۝ (۱) النّٰسُ ۝ ۱۴۲ (۱۳۳)

اسلام کی مقبولیت اور غلبے کو دیکھ کر عبد اللہ بن ابی (رحمۃ اللہ علیہ)
اور اُسکے ساتھی بظاہر ایمان لے آتے لیکن اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اہل
ایمان اور اللہ کے دین کے خلاف جوان کے دلوں میں حسد، کینہ اور بغض
تھا۔ اس میں دن بدن انصاف ہی جو تاردا اور جب بھی ان کو موقع ملا انہوں
نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی برابر کوشش کی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ
نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی ان منافقین اور ان کی ریشہ وراثت
سے آگاہ فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ایمان کی تعلیم کے لئے
منافق کی درج ذیل چار نشانیاں بیان فرمائی ہیں تاکہ وہ ان کی روشنی میں انکا
جانچ لیتے رہیں اور نفاق کی بیماری سے اپنے آپ کو بچا سکیں۔ فرمایا،
"چار باتیں جس شخص میں ہوں گی وہ خالص منافق ہو گا اور جس میں ان
چاروں میں سے کوئی ایک بات ہو گی اس میں نفاق کی ایک تحصیل ہو گی

۵۔ مردہ قرآن خوانی، تجھ، دوسروں، پالیسوں اور برسی وغیرہ پڑھنے یا شعل
 تراب کرنا یا اس میں شرکت کرنا بدعت و حرام ہے۔

۶۔ اللہ کے علاوہ اس کے انبیاء علیہم السلام، اللہ کے آخری ہی صل اللہ
 علیہ وسلم، صحابہ کرام، اولیاء، خدائے اور دیگر وفات شدہ لوگوں کو براہ راست مدد

کے لئے پکارنا یا ان کے وسیلے سے دعا مانگنا شرک ہے۔ کیونکہ اللہ کا فرمان ہے

وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ قَدْ نَسِيَ آيَاتُ اللَّهِ الَّتِي كُتِبَ عَلَيْهَا

اور کو عبود (مجھ کو) نہ پکارتا، اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں (القصص: ۲۸)

إِنَّ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادًا أُمْتًا لَهُمْ ۚ اللَّهُ كَوْنُهُ كَرِيمٌ

لوگوں کو تم پکارتے ہو، وہ تو نقص اللہ کے بندے ہیں، جیسے تم جزا (الفرقان: ۱۷)

اللہ کو کسی واسطے کو پہلے کی ضرورت نہیں، وہ فرماتا ہے۔ وَتَحْتِیْ أَقْرَبُ إِلَیْهِ

مِنْ حَبْلِ خَمْلِ ۚ قَدِ ارْتَدَّ ۚ وَأَنْتُمْ قَوْمٌ مُّشْرِکُونَ ۚ اور تم لوگ سے بھی زیادہ

قریب میں (قرآن: ۱۶) وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ ۚ فَادْعُوهُ بِهَا ۚ اور

اللہ کے اچھے نام ہیں، انہی کے ذریعے اسکو پکارو (الاعراف: ۱۸)

وَاللَّهُ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۚ اذْهَبْ فِي الْأَرْضِ فَانظُرْ ۚ اور اللہ سیکھنے کے باروں کا علم ہے

والا ہے (التغابن: ۲۱) اذْهَبْ فِي الْأَرْضِ فَانظُرْ ۚ مجھے پکارو (اس میں تمہاری

پکاروں کو سن کر) نہیں جواب دیتا ہوں (المومن: ۶۰) اللہ ہی لفظ اولاد

دینے والا ہے۔ قرآن میں آتا ہے۔ اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ

وَيَقْدِرُ ۚ اللَّهُ جَسَدٌ كَمَا تَبَايَعُ رِزْقُ كَشَاوَهُ كَرِيمٌ

ہے اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے (الزمر: ۲۶)

لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ يَهْدِي مَنِ يَشَاءُ

إِنَّا لَنُفَصِّلُ الْفَصْلَ لِمَنْ يَشَاءُ ۚ اللَّهُ كَرِيمٌ ۚ اذْهَبْ فِي الْأَرْضِ فَانظُرْ ۚ

وَأَنَا نَافِعٌ وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيبًا ۚ اذْهَبْ فِي الْأَرْضِ فَانظُرْ ۚ

”آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کی ہے۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا

کر دیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا

یا بیٹے اور بیٹیاں دونوں عطا کر سکتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بے اولاد رکھتا

ہے وہ تو جانتے والا (اور) قدرت والا ہے۔“ (الشوریٰ: ۴۹-۵۰)

۷۔ تعویذ۔ خود قرآنی ہو یا غیر قرآنی، دعا، گناہ، ناست اور امام حسن

وغیرہ لشکانا یا باندھنا اور ان سے امیدیں وابستہ رکھنا شرک ہے۔ کیونکہ نبی

علیہ السلام نے تعویذ لشکانے کو شرک کہا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ جس نے کوئی

بھی چیز لشکانی تو وہ اس چیز کے تولے کرو یا حاتر کا۔ فرمان رسول کے مطابق

لَوْ رَأَى أَحَدُكُمْ شَيْئًا يَدْعُو بِهِ عَلَى رَأْسِهِ أَوْ عَلَى يَدَيْهِ أَوْ عَلَى شَيْءٍ

جسے تنگ کر وہ اس کو چھوڑ دے۔ (۱) جب اس کے پاس امنیت رکھی

جیسے تو خیانت کرے۔ (۲) جب کوئی بات کہے تو جھوٹ کہے۔

(۳) جب کوئی عہد کرے تو وفا کرے (یعنی وعدہ کرے تو اسکی خلاف ورزی

کرے)۔ (۴) جب جھگڑے تو نکالی دے۔

دین میں قرآن و سنت کی تعلیمات اور ان

کی منشاء کے علاوہ کسی چیز کی تعریف کرنے کو بدعت

کہتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ”دین میں نئی شے اختراعیں ہرے

کام میں (اور اورینٹینا) ہر نئی چیز بدعت ہے اور بدعت گمراہی ہے (مسلم ترمذی)

اسی طرح ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا کہ جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی بات (بدعت) پیدا کی تو اس کا

وہ عمل مردود ہے (بخاری مسلم)

مذکورہ بالا تقبیحات کے علاوہ ایمان و عقیدہ اور اعمال کی اصلاح

کے لئے درج ذیل باتیں بھی انتہائی اہم اور قابل غور و فکر ہیں۔

۱۔ مردوں کے سنے (سماع موتی) کا عقیدہ رکھنا غیر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ

وسلم کو وفات کے بعد مدینے والی قبر میں اور دیگر وفات شدہ لوگوں کو دنیاوی قبروں

میں اپنے جسموں کے ساتھ زندہ بچھنا یا مرنے کے بعد قیامت سے پہلے دنیاوی

قبروں میں مدفون جسموں کے اندر روح کے لوٹنے جیسے جیسے کا عقیدہ رکھنا قرآن

کا کفر اور شرک ہے۔

۲۔ یہ عقیدہ رکھنا کہ امت کے اعمال نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صحت و شرام نہیں ہوتے

ہیں، قبر کے قریب پڑھانے والا دعوہ و سلام آپ خود سنتے ہیں اور دور سے پڑھا

جانے والا دعوہ و سلام فرماتے ہیں اگر آپ پر پیش کرتے ہیں قرآن کا تلاوت، شرک ہے

اس لئے کہ اللہ کی کتاب بیان فرماتی ہے وَالَّذِينَ يَرْجِعُوا الْكُفْرَ كُفْرًا

”تمام امور اللہ کے حضور پیش ہوتے ہیں۔“ (حدود: ۱۷۳) اور دعوہ میں نبی صلی

اللہ علیہ وسلم دعا کرتے ہیں کہ ”اے اللہ رحمت نازل فرما محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور“

ظاہر ہے ہماری یہ دعا (دعوہ) اللہ رب العزت بھی کے دربار میں جائیگی، کہیں اور

نہیں جائیگی۔

۳۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر نہ سمجھنا کفر ہے کیونکہ خالق کائنات خود انہی

کی زبان مبارکہ سے اعلان کو صادر ہوا ہے ”کہہ دو کہ میں تمہاری ہی طرح کا ایک

بشر ہوں (فرق صرف یہ ہے کہ میری طرف تو آتی ہے کہ تمہارا (العبود) یکساں اور یکساں

ہے۔“ (البکوہ: ۱۸)

۴۔ اللہ کے نام کی نیانے کے علاوہ کسی نبی، ولی، شہید یا پیر یا مالکی یا زچھوئی

بڑی گیارہویں میلاد کی شیرینی، دوسری قوم کا شہرت یا علیم، جعفر صادق کے نام کے

کو ٹھٹھے، قصب برات کا ملوہ اور اس طرح کی دیگر نیانات کا اہتمام کرنا، کھانا

لکھا اہرام، بدعت اور شرک ہے۔

۹۔ نماز کے بعد اگر آدمی یا اجتماعی طور پر باقی اٹھا کر دعا استجاب دلت ہے۔
 نماز کے بعد سلام سے پہلے تشہد میں دعا کرنا اور نماز کے بعد ذکر مصفوت ہے۔
 ۱۰۔ نماز میں رقعہ پڑھ کر کرنا اور ذکر اور تفلہ صفت ہیں۔
 ۱۱۔ کسی دینی کام پر معاوضہ و اجرت لینا۔ پسے پتھروں میں آگ بھرنے کے مترادف ہے۔ اجرت پر قرآن پڑھانا، ہر نئی تعلیم دینا، امامت کرنا دینی کتب صحابہ کرنا ان کے لئے جینا، توافیق میں قرآن سننے کا معاوضہ لینا حرام و بدعت ہے۔ کیونکہ بغیر معاوضہ کام کرنا خدمت اور معاوضہ کے کام کرنا کاروبار کہلاتا ہے۔

۱۲۔ مساجد میں باجماعت نماز کے بعد بلند آواز سے کھڑے ہونے و نواز کرنا اور اذان سے پہلے یا بعد میں صلوٰۃ و سلام پڑھنا بدعت و گمراہی ہے۔
 ۱۳۔ عیدین کے موقع پر گلے ملنا رواج بن گیا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں، لہذا بدعت ہے۔

۱۴۔ مونچھیں بڑھانا غور و شبہ کی علامت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی بھی بڑھاؤ اور مونچھیں ترشواؤ، کافر و ارجی بن جائے گا اور مونچھیں بڑھاتے تھے۔ آج کے فرمایا "جو مرد عورت کی شکل اختیار کرے یا عورت مرد کی شکل اختیار کرے اس پر اللہ اور رسول کی لعنت ہے۔"

۱۵۔ مردوں کی شہواذ وغیرہ کا پانچ ٹخنوں سے اونچا ہونا چاہیے۔ کیونکہ ٹخنوں سے نیچا یا پچھلے درجہ میں ہونا ہے۔ یہ غرور و تکبر کی نشانی ہے۔ نبی صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا جس میں مائی کے پیارے غریب ہو گا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔
 ۱۶۔ حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے۔ مثلاً والدین کی خدمت کرنا، ماں سے خوں شگونک سے بچنا، آنا، قیموں اور بیواؤں کی خدمت کرنا، پڑوسیوں سے اچھا سلوک کرنا، غنا بھولنا اور نادانوں کے کام کرنا، بیادوں کی بیماری کی بناء صلہ رحمی کرنا اور غم و درگزر سے کام لینا وغیرہ۔

۱۷۔ اللہ نے ہمارا ایم مسلم رکھا ہے اور دین اسلام کو ہمارے لئے پسند کیا ہے اور ہم اس کے مقابلے میں موجودہ قوتوں اور مسابک سے تعین رکھتے اور اپنے آپ کو مسلم کے عات و عیونہ ہی اور عیونہ ہی اور عیونہ ہی، شیعہ و نادانی و یونانی، حقیقی، ماسکی، استغلی اور شافعی وغیرہ کہلاتا ایسا کہتے ہیں تو اس کا مطلب سوائے اس کے اور کچھ نہیں جو مسلمان کہہ سکتا ہے۔ تمام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مقابلے میں ذاتی پسند اور ذوق و رغبت اور مسابک کے باتوں، اماموں اور اپنے بھائیوں کی محبت اور عقیدت کو ترجیح دیتے ہیں جو کسی لحاظ سے صحیح اور جائز نہیں ہے۔

آئیے ہم پر علم کے کفر و شرک، نفاق اور بدعت سے صدق دل سے توبہ کریں اور اپنے ایمان و عقیدے اور اعمال کی خرابیوں کو دور کر کے نفعی کو قرآن و حدیث کے مطابق استوار کرنے کی کوشش کا آغاز کریں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ایمان کامل اور اس کے مطابق اعمال حاصل و عقیدہ رکھنے اور ان پر استقامت کی توفیق دے اور دنیا و آخرت کی کامیابیوں سے نوازا۔ آمین یا رب العالمین



تغیہ ما لکم لا ترجون لله وقاراً

ابن قیمی نے توفیات کے سلسلہ میں احمد بن حنبل کے ابن النعمان کا ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو مجموع فتاویٰ اور جلی اللہ شامہ فیروز آخر میں جاری ہو چکا ہے۔

اب میں جو زندہ رہا ہوا وہ حقیقت بیان کر دندہ ہے اور جسے مرنا ہے وہ حق بات سے بے خبر رہا، کہہ مرے، مالک کائنات، کار شامہ ہے۔

الَّذِينَ آمَنُوا يَتْلُونَ فِي صَلَاتِهِمْ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتْلُونَ فِي صَلَاتِهِمْ
 فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا (النساء: ۷۶)

ترجمہ: جو مومن ہیں وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ کھلم کھلا اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں۔ پس شیطان کے ساتھیوں سے لڑو اور یقین پاؤ کہ شیطان کا دواؤں بھرا ہوا ہوتا ہے۔

اللہ کا فرمانِ جہنمی ہے

ابو الورد جہدوس مجتہد وریح کمار سے کربلہ

ہے (اللہ اعلم) شیطان نے یہ جہلت سیاست کرنے کا رخاٹا لٹکاتے، چاہیے اور بنانے یا عیاں کرنے کے لئے نہیں مانتی بلکہ یہ درخواست قبول ہونے کے بعد اس نے علی الاعلان کہا تھا کہ میں تو سرود و ملعون ہو ہی گیا ہوں لیکن ان انسان کے بچوں کو بھی میں سرود و ملعون بنائی جہنمی ہٹا کر چھوڑوں گا۔ ان میں سے جو بھی ایمان خاص اور صراط مستقیم پر چلنے کی کوشش کرے گا میں دلائل بانیں، آجے اور تجھے عز من چادوں طرف سے آکر ان کو گمراہ کرنے اور اس طرح اپنے ساتھ جہنم کا ایندھن بنانے کی کوشش کروں گا۔ شیطان نے رب ذوالجلال کی عزت کی قسم کھا کر یہ مہد کیا تھا کہ ایک انسان کو صراط مستقیم سے بہکتا رہوں گا اور دعویٰ کیا تھا کہ مالک! اللہ کی التزیت تیری نافرمانی کر کے میرے پیچھے چلے گی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے شیطان کو جواب دیا گیا کہ میرے غفلت بندے جن کے دلوں میں میرا وقار ہو گا، ان پر تیرا زور نہیں چل سکے گا۔ اور وہ تمہارے دجل و فریب کا کبھی شکار نہیں ہوں آجے اور ہمارا یہ فیصلہ بھی اٹل ہے کہ انسانوں میں سے جو بھی تیری پیروی کریں گے، تجھے سمیت ان سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔

انسان کے ازلی دشمن شیطان نے اپنے مکر و فریب کا نشانہ پہلے انسان آدم علیہ السلام کو بنایا اور مختلف انداز سے پھیلنا پھیلنا کر ان کو اس دہشت میں سے کھٹانے پر آمادہ کر لیا جس کے قریب جانے سے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی کو منع فرمایا تھا۔ وہ وقتی طور پر شیطان کے ہسکا فے میں تو آئے لیکن شیطان کی روش (سرکشی اور منہ کے برعکس فوراً ہی اپنی بھول پر نادم ہوئے اور اپنے رب سے سیکھے ہوئے کلمات کے ذریعہ معافی مانگ لی۔ رب ذوالجلال نے آدم علیہ السلام کی غلطی معاف فرمادی اور قیامت تک انسانوں کے لئے اعلان فرمایا کہ غلطی یا گناہ سرزد ہونے کے بعد جو انسان بھی خلوص دل کے ساتھ معافی مانگے گا وہ اللہ تعالیٰ کو مغفور و رحیم پائے گا۔ ان اپنے گناہوں کو مکر و فریب و انکساری اختیار کر کے حوالے بندوں کی پیکار سننے اور ان کو بھٹانے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے انسان آدم علیہ السلام کے جسم کو مٹی سے خلق فرمایا۔ پھر اس میں روح پھونک کر فرشتوں اور ابلیس کو حکم دیا کہ وہ آدم کو سجدہ کریں۔ تمام فرشتوں نے بغیر کسی تردد کے اپنے رب کا حکم مانتے ہوئے مٹی سے بنے ہوئے آدم کے سامنے سجدہ کر لیا۔ لیکن شیطان (ابلیس) نے انکار کیا اور اللہ کے حکم سے مرتبائی کی وجہ بیان کرتے ہوئے دعویٰ کیا کہ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ ۝ میں اس آدم کے لئے افضل ہوں کیونکہ مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے! (ص: ۷۶) حالانکہ بات یہاں افضل یا اسفل کی نہیں تھی بلکہ دیکھنا یہ تھا کہ حکم کس کا ہے۔ وہ رب اگر شیطان کو کھڑی یا پتھر کے سامنے بھی سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو بحیثیت ایک وفادار اور تابعدار مخلوق کے اسے بلا ہون و چرا اپنے رب کا حکم مان لینا چاہیے تھا۔ لیکن اس نے اللہ کے حکم کے مقابلے میں تکبر اور غرور کا مظاہرہ کیا اور اس طرح کائنات کے عظیم رب کی نافرمانی کا مرتکب ہوا۔ چونکہ شیطان نے صبر اور بہت دھرمی کو اختیار کیا اور اللہ کی بارگاہ میں اپنے جرم اور سرکشی پر نادم نہیں ہوا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو سزا دی اور فیصلہ سن دیا کہ اب جب کہ تو نے ہمارے احسانات کی ذرا بھی پروا نہیں کی اور ہمارے حکم کو ماننے سے انکار کیا ہے تو ہمارے ہاں تیرا کوئی مقام نہیں۔ اس لئے تو یہاں سے نکل جا۔ تو مردور اور ذلیل ہے۔ اب قیامت تک کے لئے تجھ پر لعنت برتے گی۔

چنانچہ اپنے رب کا فرید لئے والا فیصلہ سن کر شیطان نے انسان سے انتقام لینے کے لئے اللہ سے دعا کی۔ قَالَ رَبِّ خُذْنِيْ اِلٰی كُوْنٍ يُرْتَبَعُوْنَ ۝ (شیطان نے کہا۔ لے میرے رب! مجھے انہوں کے دوبارہ اٹھانے جانے کے دن ایک ملت عطا فرما) قَالَ فَاَنْتَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝ اِلٰی يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ۝ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا تجھے ہلکتی دی جاتی ہے۔ وقت مقرر (یعنی قیامت) کے دن تک)

(ص: ۷۹ - ۸۰)

اس ملت کے حساب سے شیطان کو قیامت تک قندہ

دعائی جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ کیا یا کیا اور اس طرح امت نے ہمارے میں آمد گرا ہی کے تعلق سے اپنی فکر مندی کا اظہار فرمایا کہ ہمیں آپ کی امت بھی اسی گناہ میں مبتلا ہو کہ اللہ کے غضب کی مستحق نہ بن جائے لیکن غن و ینداری کے ماہرین (احبار و ہیان) نے تاویل کا خوب صورت اور سکوکن روایتی پھنسا لیا کہ اس امت کو بھی بالآخر شاخ نشین سے اترنے پر مجبور کر دیا۔ امت میں قبر پرستی کی بنیاد و حقیقت قرآنی تعلیمات کے خلاف اس عقیدے نے قرآن مجید کی جس کے مطابق مرنے کے بعد قیامت سے پہلے نبی و دنیاوی قبروں میں مدفون جسموں کے اندر روح لوٹا دی جاتی ہے اور پھر مردہ میں زندہ ہو جاتا ہے۔

اتفاق سے اس عقیدے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سبب بعض من گھڑت روایات کی تائید میں سب سے سے سبب جواز دیتے والی شخصیت (تیسری صدی کے امام) احمد بن حنبل جب جن کو قرآن حکم کے علاوہ خلق قرآن کے طریقہ کو سبب میں مذکور اس کے بعض گھڑت روایات سے دیا اور تشدد کے خلاف استقامت دکھانے پر غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی۔ اس طرح جب یونانی اور دیگر در آمد شدہ فلسفوں نے کلامی بحثوں سے اپنے اثرات دکھانے شروع کئے اور لوگوں نے امام صاحب سے دینی مسائل کے سلسلے میں رجوع کیا تو بڑے محتاط طریقے سے اس عقیدے کی تبلیغ کا آغاز ہوا۔ جس کا ثبوت ان کی طرف سے مسند بن مسعود وغیرہ کی نام اس مشہور خط میں موجود ہے۔ جس کا ذکر اللہ باری تعالیٰ حقایق الدرد و مری متحدہ کتابوں میں ہوا ہے۔ چنانچہ اس امت میں قبر پرستی کے ترک کو دراج دینے والوں نے من گھڑت روایتوں کے علاوہ اس عقیدے سے دلیل حاصل کرنے کے سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دینے والی قبر میں زندہ کیا۔ پھر دوسرے نیک لوگوں اور خود ساختہ اولیاء کو یہاں تک کہ پھر ہر مردہ قبر میں جلنے کے بعد زندہ ہو گیا۔ جو قبر پرستی والوں کو پہچانتا ہے۔ ان کا سلام اور پکار بھی سننا اور جواب دیتا ہے۔ ان کے اچھے برے اعمال سے باخبر ہونے کے ساتھ ساتھ ان پر خوشی اور ناراضگی کا اظہار بھی کرتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح قبر پرستی کے لئے بنیاد فراہم کرنے والے اس عقیدے کو احمد بن حنبل اور ان کی پیروی کرنے والی دوسری شخصیات کے دینی علم اور دنیاوی طور پر عزت اور شہرت نے زعفران کے تیل جلد قبولیت مامد کا موقع فراہم کیا ہے۔

چنانچہ شریعت کی صدوں سے تمام ضعیفی و دیگر علماء اعجازی کے عقیدے کو اس گھڑت روایات کے علاوہ احمد بن حنبل سے ملے ملاحظہ ہوں ابن تیمیہ ابن تیمیہ وغیرہم کی تحریریں سے مستند ابو عبد اللہ بن بط

نسبت کی وجہ سے ماننے اور نقل کرتے چلے آئے ہیں جس کی وجہ سے جہور امت نے اس کو اختیار کیا ہے بلکہ اس دور میں تو احمد بن حنبل کی کتاب المستدرکات میں میں طبقات حنابلہ کے حوالے سے محدثین مسند کے نام ان کا خط "عقیدہ امام احمد بن حنبل" کے عنوان سے نقل ہوا ہے، کو عربی اور دیگر زبانوں میں بچاپ کر ہر جگہ تبلیغ کے طور پر مفت تقسیم کیا جا رہا ہے۔ اس طرح جو خط اور عقیدہ احمد بن حنبل سے سلسل منسوب چلا آ رہا ہے اور حنبل مسلک کے چوٹی کے مشہور و معروف علماء اور امام اور اسلامی دنیا کی آنکھ کے تارے جس کو ماننے اور بیان کرتے چلے آئے ہیں آج بارہ سو سال بعد کچھ لوگ مذکورہ خط پر اعتراض کرتے ہیں۔ اور طرفہ تماشہ یہ کہ ان کا اپنا عقیدہ بھی خط میں موجود عقیدے کے موافق ہے۔ قیامت سے پہلے روح کے حامل اور مردے کو قبر میں زندہ ماننے میں بظاہر سے متضاد ہے۔ پھر اس روایت یا انداز کے روح رواں علمیت، مذکور یا اصلاح احوال کی ترویج تو نہیں ہو سکتی بلکہ اس کے پیچھے کسی سے اندھی عقیدت اور کسی سے اللہ واسطے کا ہیرا، بغض، حسد، دشمنی و عناد اور مولویات مکاری ہی کا رفرمان نظر آتے ہیں۔ اس لئے ایسے لوگوں کو منہ لگانے سے بہتر ہے کہ ان کو یہ کہہ کر خود اپنی جلائی ہوئی حسد، بغض و عناد کی چٹائیں جلتے رہنے دیا جائے کہ

قُلْ مَوْتُوا بِغَيْظِكُمْ (آل عمران: ۱۱۹)

ذیل میں ان کے اعتراضات کا مختصر جائزہ پیش کیا جا رہا ہے

اعتراض ۱

ابن تیمیہ نے جلد ہمزہ مجموع الضاد ص ۳۸۱ پر عبد الرحمن بن مندہ کا قول بیان کیا ہے کہ اس خط کا ایک راوی احمد بن محمد اتھمی ہوا ہے لیکن مقل کے ان سے بن کا کیا علاج ہو کہ اسی جلد کے ص ۳۹۹ پر موضوع زیر بحث سے متعلق اعتقادی عبارات نظر نہیں آتی جس میں ابن تیمیہ نے حتمی انداز میں واضح کیلئے کہ مسند بن مسعود کے نام احمد بن حنبل کا خط معروف و مشہور ہے۔ اور اہل حدیث والستہ اور ایک سے زائد اصحاب احمد نے اس خط کو قبول کر کے اس پر اعتماد کا اظہار کیا ہے۔ اس طرح ابن تیمیہ نے یہ الفاظ لکھ کر مذکورہ راوی کے حیل کو ختم کر کے خط کو معروف ثابت کیا ہے اور مزید کی بات یہ ہے کہ عبد الرحمن بن مندہ کو ابھی تھاپی کتاب تہذیب الحفاظ ۱۷ جلد ۳ ص ۱۱۶ میں اسلام کو فائدہ پہنچانے کے لئے شیعہ تہذیب الاقرار ہے جس میں ہے کہ عبد الرحمن بن مندہ و غیرہ میں۔

اعتراض ۲

خط بھی صدی ہجری میں ابن تیمیہ

کے تین سو سال بعد لکھا گیا ہے۔ ہستریضیں یہ اعتراض اٹھاتے وقت اس حقیقت کو فراموش کر لیتے ہیں کہ خط پر جرح تو علیہ الرحمہ نہیں مندرجہ کی ہے۔ جو چوتھی صدی ہجری کا آدمی ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ خط اس وقت چوتھی صدی میں موجود تھا۔ اسی پر عبد الرحمن نے جرح کی ہے۔ ورنہ وہ اپنے سے تقریباً دو سو سال بعد لکھے گئے خط پر کیسے جرح کرتے!

اعتراف اگر یہ خط احمد بن حنبل کا ہے تو اس پر بخاری اور مسلم وغیرہ نے جس جرح کیوں نہیں کی۔ اور اس کا رد کیوں نہیں کیا؟ ایسے حضرات اگر غور فرمائیں تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ یہ خط احمد بن حنبل نے مسند بن مسرہ کے نام لکھا تھا۔ بخاری و مسلم یا کسی اور محدث کے نام نہیں۔

اس دور کے دیگر لوگوں کا فتویٰ اس خط کے بارے میں طلب کرنا غریبہا ہے اور جرح و مرجی ہے۔ بخاری و مسلم اور دیگر محدثین ہر وقت احمد بن حنبل کے ساتھ نہیں ہوتے تھے۔ (اسی دور کے محدث کے کسی کو استاد یا شاگرد رکھنے والے کو کہتے تھے آج کے معروف مثنیٰ میں استاد یا شاگرد سمجھنا حقائق سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ کیونکہ اس دور میں کسی محدث نے اگر کسی سے ایک روایت لی یا تصدیق میں ایک مرتبہ کی کہ اس میں شرکت کی تو اس کو بھی اپنا استاد بیان کیا ہے اس کا اندازہ خلق قرآن کے مسئلے سے لگتا چاہیے۔ جس کی مخالفت پر احمد بن حنبل کو اتنی شہرت حاصل ہوئی اور بقول ہستریضیں امام احمد تین اور اتنا بڑا امام جیل گیا اور اس مسئلے پر کوڑے تک کھاتے ہیں ان کے شاگردوں نے اس مسئلے کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ جو یہاں کی گئی کہ وہ اس میں یہ کوئی اہم و سنی مسئلہ نہیں تھا۔ بلکہ امیر المومنین بخاری نے اس مسئلے میں بھی احمد بن حنبل کا ساتھ نہیں دیا۔

بلکہ ان کا موقف ان سے مختلف تھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ خط احمد بن حنبل نے اپنے شاگرد مسند بن مسرہ کے نام لکھا تھا کسی ثابت یا دشمن کے نام نہیں لکھا تھا کہ اس نے اس کی کاپیاں بڑا کر لوگوں میں بانٹ دیں ہوں۔ (اور نہ اس زمانے میں لکھائی چھپائی اور کاغذ کی اتنی سہولتیں تھیں) غلط ذاتی معاملہ ہوتا ہے جس کو وصول کنندہ چاہے جتنا عرصہ اپنے پاس محفوظ رکھے۔ آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی بعض نامور شخصیات اشرا اور سیاسی بھانڈوں کے خطوط پچاس بلکہ سو سال بعد نظر نام پڑ آتے ہیں۔ حال ہی میں ایک کانگریسی رہنما ابو الکلام آزاد کی تحریر

[Redacted signature]

تقریباً چالیس سال بعد منظر عام پر لائی گئی ہے۔ بخاری تو احمد بن حنبل کے پندرہ سو سال بعد ۲۵۶ھ میں وفات پائی اور مسلم تقریباً چالیس سال بعد ۲۶۱ھ میں وفات پا گئے۔ ہاں اگر کوئی یہ ثابت کر سکے کہ اس خط کا بخاری یا مسلم کو علم تھا تو پھر اعتراض کی کیا گنجائش ہے۔ ورنہ اعتراض بالکل اس خط کے احمد بن حنبل کے ہونے کا ثبوت ہے کہ اس کو

شائع ہونے صدیاں گزر گئی ہیں اور آج تک کسی بھی عالم نے یہاں تک کہ حنبلی مسلک کے کسی عالم نے بھی اس کی تردید نہیں کی ہے بلکہ سارے حنبلیوں نے اس کے موافق عقیدہ بنا کر اس کی تصدیق کی ہے اور اس کو صحیح مان کر ہر دور میں شائع کیا ہے۔ احمد بن حنبل کی وفات سے لے کر آج تک بڑے بڑے حنبلی علماء موجود رہے ہیں جن میں کسی نے بھی اس خط کے بارے میں شبہ نہیں لکھا کہ یہ امام کو پہنام کرتے کے لئے کسی قبیلے کے ان سے منسوب کیا ہے اور یہ کوئی معمولی بات بھی نہیں بلکہ کفر کا معاملہ ہے۔ طبقات صابہ میں شائع ہونے کے بعد بھی تقریباً آٹھ سو سال تک کسی عالم نے اس خط سے انکار نہیں کیا۔

اعتراف جس عقیدے کو احمد بن حنبل سے منسوب کیا جاتا ہے وہ عقیدہ تو اہل حقیت کے بھی اپنی کتاب فتاویٰ میں بیان کیا ہے لہذا اس پر بھی لاشے زنی ضروری ہے۔ ایسے افراد کی خدمت میں عرض ہے کہ دنیا کے ہر علم کا اس بات کو ثبوت ہے کہ مخالفین بیان کرتے چلے آ رہے ہیں کہ اہل حقیت کی کوئی تعریف ہی موجود نہیں۔ یہ ثابت کہ آج کے ائمہ دین علماء بھی اس حقیقت سے اتفاق کرتے ہیں۔ لیکن احمد بن حنبل کے خط کو شائع کرنے والے کو آج تک کوئی تعریف نہیں مل سکا۔ تعجب ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ اس خط میں بیان کردہ عقیدے کو بلا امتیاز سب نے مانا اور ان کے عقیدے سے ظور پر بیان کیا ہے اور اسی سلسل میں آج کے حنبلی ائمہ نمایاں کرتے۔

مشائخ کرام یہ ہیں اور اس طرح ایک تکامل چلا آ رہا ہے کہ یہ امام احمد بن حنبل کا خط اور عقیدہ ہے۔ ڈاکٹر عثمانی اور ان کے ساتھیوں کی احمد بن حنبل سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں بلکہ اصل وجہ خط میں مذکور عقیدہ ہے جو سراسر قرآن کے خلاف ہے۔

سے جس طرح سب سے رکعت تراویح کا ذکر ملتا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ محاذ کرام کے ہاتھ لکھا ایک سال بھی سید حرام یا مسجد نبوی میں نماز تراویح قضا نہیں ہوئی۔ اسی طرح قرآن کو بھی ہم لوگوں کی کہنے کی وجہ سے کتاب تسلیم کرتے ہیں جو بالکل سچی کتاب ہے اور اس کی ایک آیت سے بھی انکار کرتے والا بھلا کا فر ہے۔ سرورہمیں قیامت سے پہلے روح کو لٹا دیا جائے گا اور وہ قیامت کرنے والا بھی احمد بن حنبل سے ثابت ہے (ثبوت کے لئے ملاحظہ ہوں۔)

زاد المعاد مصنف ابن تیم اور فتاویٰ ابن تیمیہ وغیرہ

منظر آتے ہیں)

خمسہ کلام جنوں رکھ دیا جنوں کا جسورد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

آخر میں چودہری غلام اسعد پر وزیر کی رد اداری بھی ملاحظہ فرمائیں۔ جن لوگوں نے پر وزیر کو پڑھایا ہے ان سے یہ بات دھکی چھپی نہیں اور جنہوں نے نہیں پڑھا وہ یہ بات جان لیں کہ پر وزیر کی نظریں رائج الوقت اسلام ایک تھوٹ کے پلندے کی طرح ہے۔ یہ وہ اسلام نہیں جو کہ پہلے ان صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے قرآن میں ہے۔ دین کو بدل کر لوگوں نے مذہب وضع کر لیا ہے۔ اس موجودہ اسلام میں مصلحت، صوم، حج اور زکوٰۃ کے مفہوم کو کسیر بدل ڈالا گیا ہے۔ جنت، دوزخ، جزا و سزا، دنیا و آخرت اور تقدیر کے غلط معنی وضع کر کے مذہب کے نام پر پرانی پھیلائی گئی ہے۔ انگوں نے قرآن کے معنی ہی نہیں بدلے بلکہ اس کی اصطلاحوں کو نئے معنی سے دیئے ہیں۔ فرض پر وزیر کی ذمہ داری کتب سے رائج الوقت اسلام ایک قرآن مکمل اور جمل مضمون ہوتا ہے جسے دین سے بنا دیا گیا ہے۔ علم ایک سوال کا جواب ہے کہ چودہری غلام احمد پر وزیر نے رائج الوقت اسلام کو نظریہ ضرورت کے تحت جان کر دیا اور اسے دینی تحفظ فراہم کر دیا۔

اب رہا یہ سوال کہ جب تک حروف علی منہاج النبوت (اسلامی حکومت) کا دوبارہ قیام نہیں ہو جاتا اس وقت تک کیا کیا جائے؟ اس باب میں میرا مسلک یہ ہے کہ اُفت میں جس طریقہ سے ان احکام پر کار بند چلی آ رہی ہے وہ اس پر کار بند ہے۔ ایک تو ان احکام پر اسی طرح کار بند رہتا ہوں (مقام حدیث ص ۲۲۵)

اسے کہتے ہیں مقلدوں کی سیاست۔ لوگ اسلامی حکومت کا انتظار کریں۔ جب یہ قائم ہوگی، لیجا جائے گا۔ اس طرح قبر کے بخاری بھی خوش اور بخیر رہیں۔ اہل حدیث کو بھی نادان نہ ہونا چاہیے۔ اس حقیقت پر بھی قائم رہ سکتے ہیں۔ اہل تشیع اسلامی حکومت کے قیام تک شوق سے تعزیر داری کریں۔ جتنی معجزات لکھیں اور عظیم فیروانہ کی نیازیں کرنے اور ان کا تبرک لکھنا بھی اسلامی حکومت کے قیام تک چاہئے۔ شکر یہ کہ لوگ اسلامی حکومت کا انتظار کریں اور جو چاہیں کریں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پر وزیر کی اسلامی حکومت کا انتظار کیوں نہیں کرتے؟ وہ سب کچھ دیکھ رہے ہیں جو انہیں مذکورہ چاہئے۔ وہ سب سے پہلے پر وزیر نے جو کچھ لکھا ہے اسے رو پر لوں کو پر وزیر صاحب نے اس جواب دینے کے بعد دیا پر وزیر کو دینا چاہئے۔ جب یہ سمجھا جائے گا کہ وہ اسلامی حکومت کے سلسلے میں مخلص ہیں اور اس کے قائم ہونے کے بعد اس کے جاری کردہ احکامات کو مان لیں گے۔ (پارہ ۲)

اب جو عقیدہ صدوں کے تسلسل میں ایک شخصیت سے منسوب بالاتفاق بیان ہوتا اور لوگوں کی گمراہی کا باعث بنتا چلا آ رہا ہے اور جس کو آج بھی افادہ غار کے لئے اہتمام سے شائع کر کے پھیلا دیا جا رہا ہے۔ اس کا عین کا تقاضا ہے کہ اس واضح ثبوت کی بنیاد پر اس کی نشاندہی کر کے اس کا رد کیا جائے۔ کیونکہ بحیثیت انسان ہم ظاہر پر ہی فیصلہ کریں گے اور یہی قرآن وحدیث کی تعلیم بھی ہے۔

جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم کے اس بیان پر کہ انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کو اپنی بتوں کی پرستش کرتے دیکھا تھا۔ پروردگار اور ان کے گزشتے نے، آباؤ اجداد کو کھلی گمراہی میں مبتلا قرار دیا۔ (البقرہ ص ۱۱۷) اور ابراہیم علیہ السلام کے مشرک کو رد کرنے اور طاغوت سے برأت اور سزا داری کے اس انداز کو بتائے گئے بھی بہترین اسوہ قرار دیا گیا۔ (المائدہ ص ۱۰۷)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :-

لوگو! میرے پاس اپنے ٹھیکرے نہ لاؤ۔ اپنے بھائی کا حق خود ہی اسے خوشی سے دے دیا کرو کیونکہ میں انسان ہوں (ظاہر پر فیصلہ کرتا ہوں) ایسا نہ ہو کہ تم میں کوئی تیز بولنے والا چرب زبان ہو اور میں اسے دوسرے کا حق دے دوں۔ یاد رکھو! کل قیامت کے دن یہ چیز (دوسرے کا حق) تمہاری گردنوں میں آگ کا ٹکڑا بننا کر شکا دی جائے گی۔ (متفق علیہ)

پہلے پرست طاغوت کے بخاری صدیوں پہلے لکھی ہوئی تھی کہ کتاب کو مشکوک بنا سکتے ہیں کیونکہ اسے لوگوں کی دین سے کم اور اپنے دنیاوی مفادات سے دلچسپی زیادہ ہوتی ہے۔ اپنے عقیدے یا مفاد کے خلاف ہر کتاب کو لوگوں کی نگاہوں میں مشکوک بنانے کے یہ حاسر ہوتے ہیں

اللہ تعالیٰ ہمیں شیطان اور اس کی بکاریوں کے شر سے محفوظ رکھے اور طاغوت کا صحیح معنوں میں رد کر کے ایمان خاص کے غدار کی ہمت اور توہین عطا فرمائے۔ آمین۔

بقیہ: افکار حدیث

یہ کچھ لکھنے کے بعد دوبارہ ڈائجسٹ والے لکھتے ہیں کہ ابن منصور پیشک مومن تھے۔ عارف و عجب۔ خدا کی وحدانیت کے بہت بڑے علمبردار۔ (ص ۱۵۳)

اعلیٰ یہ اتفاق ہے کہ ابن منصور کے بارے میں تصوف میں کہیں قرآن کا جواب لکھتے اور کہیں یہ دعویٰ کرتے دکھایا گیا ہے کہ اس (قرآن) کا مشل پیش کرنا میرے لئے ممکن ہے۔ (ص ۲۵۶-۲۶۳) لیکن اس کے باوجود صاحب "ساری تصوف" بھی ابن منصور کی عقیدت سے متاثر

فِتْنَةُ انْكَارِ حَدِيثِ

مَنْظَر، پست منظر

تحریر: فقیر اللہ نیوکراچی

اللہ کے اطاعت شعار مومن بندے اور عبادت کی روشنی پر
لگا مرنے والی گروہ جملہ تہذیبی آدمی مستقیم ہیں اور ان دونوں میں
ہمیشہ گفتگو رہی ہے۔ یہ بات بھی ہمیشہ ثابت ہے کہ اللہ کا ہادی
نہیں رسالت کا اقرار ہی نہیں ہو سکتا۔ اللہ کے اطاعت شعار بندوں کا
مشہور باغیوں کی غیر خواہی اور ان سے ہمدردی کرنا ہی درست ہے۔ ان
کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ گھر سے بھاگے، جہت گھر واپس آجائیں۔
عبادت کی روشنی ترک کر کے اللہ کی نافرمانی کر لیں۔ اور اس طرح
میرا مستقیم پر چل کر دوزخ کا ایندھن بنے کہ۔ یہاں اللہ کے انعام
کے مستحق ہو جائیں۔ اس جہد و جہد میں اللہ تعالیٰ کے مومن بندے
اپنے آدم و حوا کی عجم پر دانتیں کھاتے۔ یہاں تک کہ باغیوں کے طعنے
سے اس گھر پر اب نہیں آتے۔ نظام بھیلے ہیں مگر آت تک نہیں کرتے
اللہ اس ماہ میں جو نہیں کھانے کے یا جو دوسروں کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے
ان کا یہ کام دنیاوی مفاد اور مکتبہ متبرکات اپنے مالک کے حکم کی باقی
اور اس کی خوشنودی کے حصول کے لئے ہوتا ہے۔

آخستہ صحابہ کو ائمہ کا جرم کیا تھا۔ جو انہیں دیکھتے ان کے روں
پر ٹپا لیا۔ پتی ریت پر گھسیٹا گیا۔ وطن چھوڑنے پر مجبور کیا گیا۔ یہاں تک
کہ جان کا نذرانہ بھی پیش کرنا پڑا۔ "وَمَنْ يَشْرِكْ بِاللَّهِ فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَدُوٌّ لَهُ" کا لفظ
حاصل کرنے والے ہیں تو چاہتے تھے کہ اللہ کی زمین پر اسی کی حاکمیت ہو
اللہ کے بندے اللہ ہی کی عبادت کریں، اس کو پہچانیں اور بندگی
درخواست کریں۔ مشرکانہ عقائد کو ترک کر کے اپنی زندگی کو اعلیٰ
صالحہ بنے ستاروں۔ دنیا میں امن قائم کریں اور خداوند چھیلائیں، اپنی
مساجد کو صرف اللہ کی بندگی کے لئے مخصوص کر دیں۔ وہاں کسی اور کو نہ
پہنچا دیں۔ یہ باتیں بائبلوں کو برقی لگتی تھیں۔ اللہ عفو لا شریک کا
نام سننے ہی ان کے چہروں کا رنگ بدل جاتا تھا۔ وہ جھکتے تھے کہ اگر انہوں نے
تسبیح گریہ تو ان کی آواز کی متاثر ہوگی۔ غصہ پرستی کا چراغ گل ہو جائے

اللہ تبارک و تعالیٰ ہی لائق تہ و ثنا ہے کہ جس نے بنی آدم کو
معا یہ مکریم کر کے اس عزت بخشی اور اسے وہ علم دیا جس سے یہ
لاسم تھا۔ اس کی رہنمائی کے لئے پیغام دے کر اپنے پیغمبروں کو مبعوث
کیا۔ انہی کے لئے۔ غریب ملت دنیا بھائی بنیں ان کی وجہ تخلیق اپنی ہی عبادت
قرارت کر ان پر بھاری ذمہ داری بھی ڈال دی۔ خوش قسمت
ہیں وہ لوگ جنہوں نے اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے خدہ پریشانی سے اس
ذمہ داری کو قبول کیا۔ اور خود کو اپنے مالک کی عبادت کے لئے غرضوں کو
صاحب حرم کہلانے کا اہل ثابت کیا۔ ان کی نصیحت یہ ہوتی ہے کہ
جب مالک کی آیات ان کے سامنے پیش کی جاتی ہیں تو یہ سجدہ ریز ہو
جائے ہیں اور خشیت الہی سے ان کی آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں۔

اور بد قسمت ہیں وہ انسان جنہوں نے اپنے رب کی عبادت کردہ
اس ذمہ داری سے بے پروا ہو کر عبادت کا راستہ اختیار کیا اور موجود
حقیقی کے ساتھ اپنے وضعی مجبوروں کو بھی عبادت کا اعتبار سمجھا اور ان سے
اللہ تعالیٰ کی طرح محبت کر کے خود کو اسباب انکار ثابت کیا۔ ان کی غیبت
یہ ہوتی ہے کہ جب آیات الہی ان کے سامنے پیش کی جاتی ہیں۔ وہ یا تو
سننا ہی گوارا نہیں کرتے یا تاویلیں اور توجہیں پیش کرنا شروع کرتے
ہیں۔ اور کوشش کرتے ہیں کہ قرآنی آیات کے اصل معنی تبدیل کر کے
ان کے فہم کو اپنی مرضی اور مشاء کے مطابق ڈھال لیں۔ یہ لوگ اللہ کے
مومن بندوں پر طنز کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ دیکھو! یہ ادبچے ادبچے
مکان کس کے ہیں۔ اور غلطی کس کی بہترین؟ مالک کے اس منہ سے
سب سے خیر معلوم ہوتے ہیں کہ:-

إِنَّ الْكَافِرِينَ أَعْدَاءُ لِلْمُؤْمِنِينَ
أُولَئِكَ هُمْ خَيْرُ الْكَافِرِينَ
"بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے ہیں وہ تمام مخلوق
سے بہتر ہیں۔" (سورۃ: البینہ: ۸)

اللہ اپنی زندگی کی مدت پوری کر چکے، وہ بدلتے ہوئے باقی نہ رہا۔ اس پر حق تعالیٰ نے بھی ساتھ چھوڑا، صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیاست بھی اپنی انتہائی بلندی کو پہنچ کر تباہ ہو گئی۔ مسلمان آج اس کی چھٹش میں الجھ گئے۔ ایک حالت میں فتنہ سازوں کو فتنہ سازی کا موقع ملتا ہے۔ اور انہوں نے فتنہ پر داری کے لئے سادہ شیعہ شرمیلے پہنے۔ دوسری صدی ہجری کو فتنہ سازی کی صدی کہنا زیادہ مناسب ہو گا کہ اسی صدی میں اسلام کی بیخ کنی کے لئے بڑے بڑے فتنے مقرر ہوئے۔

فتنہ انکار حدیث اس صدی کی نشانی ہے۔ محدث بھی اسی دور میں پیدا ہوئے۔ اسی دور میں رہبانیت نے تصوف کا لقب حاصل کیا۔ فرقہ اسماعیلیہ نے جنم لیا۔ اخوان المسلمین نے ریکی پیملائی غلامی اسلام بھی اسی صدی کی پیداوار میں۔ فتنی قرآن کا جھگڑا بھی اسی صدی میں کھڑا کیا گیا۔ اسی دور میں منافقوں نے انقلابوں اور اسطر کے معصومین کو غلام بنانے کا فتویٰ جاری کیا۔ عرصہ فتنہ انگارہ سنت جو مالک اہل تصوف کی آزادی تھی، غلامی اسلام ہوں یا مستبدان اخوان المسلمین ہوں یا نجری، پر دیزی ہوں یا اسماعیلی ان سب میں جو چیز مشترک پائی جاتی ہے وہ ہے سنت نبوی سے انحراف۔ یہ غرض الزام نہیں بلکہ ان کا ذخیرہ کتب اس کی شہادت دیتا ہے۔

یہاں تک سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق ہے اسے مسلمان غلام صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام و سنت کے دن سے آج تک دین اسلام کا جزو لا ینفک سمجھتے چلے آئے ہیں۔ تاریخ اسلام میں ایک لمحہ بھی ایسا نظر نہیں آتا جب کہ سنت رسول کی یہ حیثیت نہائی گئی ہو۔ پہلی صدی ہجری کو مسلمانوں کا سنہری دور کہا جاسکتا ہے۔ اس دور میں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اثر بے پناہ تھا۔ یہی دور تھا کہ اس بات کو ایک مسلم اصول کی حیثیت سے قبولیت عامہ کا درجہ حاصل تھا کہ سب سے مستند بات اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔ چنانچہ منکرین رسالت کے لئے یہ وقت موزوں نہ تھا کہ وہ کھلے بندوں احادیث نبوی کی مخالفت کرتے یا اس کی دینی حیثیت کو چیلنج کرتے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ اچھے مسلمانوں کا جذبہ ایمانی اور حقیقت دینی اس درجہ پست نہیں ہوتی کہ کوئی شخص احادیث یہ بات کہے کہ اتباع رسول غیر ضروری ہے اور یہ کہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی دینی حیثیت نہیں۔ ان ایسے شخصوں کو قتل کر دینا ضروری نہیں سمجھتے تھے اور اس کا ہر لانا تھا۔ یہ جدا کر دیا جائے گا مگر رسالت کے یہ انکار کی سنت نبوی پر عمل ہوتے دیکھ بھی نہیں سکتے تھے۔ حدیث دشمنی کی آگ ان کو جلا کر کباب بن گئی تھی۔ اس

کا۔ حلال و حرام کی قیادت سے بددعا ہو کر وہ ملت سیتے سے رکن پڑے گا۔ دنیا شکی کی غلطیوں کوئی بڑا پائیلنگی۔ اس لئے وہ طاقت سے حق کی اس آواز کو روک دینا چاہتے تھے۔ اپنے محسوس کو لکھ لکھنے کے بجائے ان کو دھکے دینے اور ان پر شرم کے ظلم کو روا رکھنے پر آمادہ ہو جاتے تھے۔

منافقین کی ریشہ دوانیاں

کبھی منافق کے وہ سب میں آستین کا سانپ بن کر اللہ کے مومن بندوں کو ڈستار رہتا ہے۔ نت نئے اٹھنے۔ استعمال کر کے ان کے راستے میں گڑبڑ کھڑی کرتا ہے۔ تاریخ اسلام میں وہ سب کھڑی۔ سرورِ عالم اپنی امت کے سادہ لوگوں کی تعمیر کردہ ہے۔ یہی تھے جنہوں نے دعوت حق کے خلاف سازش کے اپنے کے طور پر جدت قرار دے رکھی تھی۔ اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو ان کے خلاف سازش میں میدان جنگ میں پھونک دیا۔ پچھلے آئے تھے۔ صحابہ کو قید خانے میں لے کر آئے۔ آپس میں لڑائے کی کوشش کرنے والا۔ یہی گروہ تھا۔ اور فتنی روایتوں کو پھیلاتے والے ہیں۔ فتنی حدیث اور آج حدیث کا انکار کرنا ان کی سنوئی نسبت بھی انہی سے چلتی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے دعا کرتے تھے۔ اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو منع فرمایا۔ منافقین کے پاس سے انکار دہاری نہ ملے۔

وَيَخَافُونَ بِاللَّهِ اتَّهَمُوا لَكُمْ وَمَا حُفْمٌ مِنْكُمْ

اور اللہ کی قسم تم کو اتنا کھاتے ہیں کہ وہ کسی عینیت میں حالانکہ وہ تم سے نہیں ہیں (التوبہ: ۱۵۹)

اور یہ کہ حُفْمٌ الْحَدُّ فَاحْذَرُوهُمْ

یہ تمہارے دشمن ہیں۔ ان سے بے خوف نہ رہنا۔

(المنصفون: ۱)

حق کی آواز کا سلسلہ جب جاری رہا حقائق انتشار پھیلانے میں ناکام رہے لیکن یہ سلسلہ اسلام کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے رحلت ہونے کے ساتھ ہی وہی سلسلہ بھی ختم ہو گیا۔ پھر وہ وقت بھی آیا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار، مومنوں کے ہی تمام اہل کبر صدیقین صلی اللہ

اللہ کا باطنی دعوت حق کی کبھی کھل کر مخالفت کرتا ہے اور کبھی منافق کے روپ میں آستین کا سانپ بن کر اللہ کے مومن بندوں کو ڈستار رہتا ہے۔

نے وقت کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے انہوں نے حضرت نبویؐ پر ایسی جرح
بانتے کہ منصب پر بجا آگے ساتھ لیں مر جائے اور لاکھیں گناہ لڑے۔

و حنفی روایتوں کے محکمال
چنانچہ منافقین نے یہ گناہوں کا تحلیل
کھیل کر جگہ جگہ ایسے ٹکڑے ٹکڑے

کہ جن میں باتوں و منہ کی باتیں، اور پھر انہیں رسول اللہؐ نے یہ فرمایا کہ کہہ کر
عام کر دیا جاتا۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ مسلمانوں کا احادیث نبویؐ سے حد درجہ
الگو ہی منافقوں کی اس چال کی کیا مبالغہ کا راز بنا۔ اگر مسلمان اتباع رسول
مقلی اللہ علیہ وسلم کو نیز سردی سمجھتے ہوتے تو ان آیتوں کے سانچوں کو
اس طرح ٹوٹے کا مروج کیسے میسر آتا۔ چونکہ حنفی روایتوں کا یہ کھیل شی

مقلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث کا انکار کر کے کھیل گیا جو کہ آپؐ نے زانیہ
گھڑے پر وجہ کے طور پر فرمایا تھا۔ اس لئے یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ وہ اتوں
کو وضع کرنے کا کام حدیث کے انکار یوں ہی کہے مقلوں انجام پایا۔ ولید
پر مبنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں سے چند درج ذیل ہیں
۱۔ علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ میرا نام ہے کہ جھوٹ نہ بولو کیونکہ جو شخص میرا نام لیکر
جھوٹ بولے گا وہ آگ میں داخل ہو گا۔ (بخاری، مسند العلم)
۲۔ سلم بن اکوع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص میرا نام لے کر
وہ بات کہے جو میں نے نہیں کہی ہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنے
گا۔ (بخاری، ایضاً)

۳۔ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
آخری زمانے میں ایسے اقرباء دیتے والے ہوں گے جو لوگ ہونگے
جو تمہارے پاس ان کی حدیثیں لائیں گے جن کو نہ تو تم نے کبھی
سنا ہوگا اور نہ تمہارے باپوں نے۔ پس پھر ایسے لوگوں سے اور
تقریب آئے دو تم ان کو تاکو وہ تا تو تم کو گمراہ کریں اور نہ تمہارے
سند میں (مسند، بحوالہ مشکوٰۃ ص ۲۸)

۴۔ ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ میری باتیں روایت کرو اس میں کوئی حرج نہیں مگر
یہی حرف جان بوجھ کر جو جھوٹی بات منسوب کرے گا وہ
اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے گا۔ (مسلم)

محدثین کا عظیم کارنامہ
مکررین رسالت کے لئے یہ بات
ایک ایسے سے کہ نہ تھی کہ ان کا پھیلایا ہوا جال مکرری کا جال ثابت ہوا۔
یعنی حنفی روایتوں کے ذریعے جو فتنہ انہوں نے پھیلایا تھا اسے محدثین کے

مکررین رسالت کے لئے یہ بات ایک ایسے سے
مکرر تھی کہ ان کا پھیلایا ہوا جال مکرری کا جال
ثابت ہوا۔ یعنی حنفی روایتوں کے ذریعے جو فتنہ انہوں نے
پھیلایا تھا اسے محدثین کے عظیم کارنامے تدوین حدیث
اور تنقیح حدیث نے فنا کے گھاٹ اتار دیا۔

عظیم کارنامے تدوین حدیث اور تنقیح حدیث نے فنا کے گھاٹ اتار دیا۔
گھبرے اور کھوٹے کو چھانٹ دیا گیا۔ اور سوچنے سمجھنے والے اللہ کے مومن
بندوں کے لئے اعلیٰ ترین علمی ذرائع مہیا کر دیے کہ اصول استدلال کے ذریعہ
مشتبہ روایات کو آسانی سے الگ کر سکیں۔ اس طرح نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کا وہ کام ہے آپؐ نے تیس سالہ پیغمبرانہ زندگی میں کلام اللہ
کی تعلیمات کی تشریح اور وضاحت (قول و فعل سے) کے ذریعے انجام دیا
تھا اور جس کے نتیجے میں ایک مسلم معاشرے کا وجود عمل میں آیا تھا۔ مگر کہ
ساتھ آ گیا۔ جب کہ دشمنان اسلام کا یہ خیال تھا کہ ان کی گھڑی ہوئی
روایتوں کے عام ہوتے سے یہ کام مشکوک ہو کر رہ جائے گا۔ مگر اللہ کا کرنا
ایسا ہوا کہ خود ان کی سازش بے نقاب ہو کر نامراد ٹھہری۔ اور اس طرح
اللہ کا یہ وعدہ پورا ہو گیا کہ شَقَّ بَاتٍ عَلَيْنَا يَسَاءَ مَا دَعَا بِهِ
اس کے اصحابی) کا بیان بھی ہمارے ذمے ہے۔ (القیصۃ: ۱۹)

منصب رسالت اور مکررین حدیث اللہ کا پیغام اس

کے بندوں تک پہنچانا بلاشبہ منصب رسالت ہے۔ لیکن ان الفاظ
سے الفاظی کے ذریعہ لائن بدل کر گاڑی کا رخ اس کی منزل کی سمت
سے مڑنا انتہائی گھٹیا حدیث کی حرکت ہے۔ اللہ کا پیغام اللہ کی کتاب
قرآن مجید میں مندرج ہے۔ اس کتاب میں وہ فرائض منصوص بھی ہیں
جو اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈالے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم
و مسلم کی اطاعت و پیروی کے وہ تاکید و احکامات بھی جو اللہ
نے اپنے اطاعت شعار بندوں کو دیے ہیں۔ قرآن کی رو سے اللہ کے
بندوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و پیروی صرف آپؐ

کی زندگی تک ہی محدود نہ تھی بلکہ آپؐ کی سنت اسی طرح
قابل اتباع ہے۔ یہ احکامات نہ تو منسوخ ہوئے ہیں اور نہ ہی تبدیل
اور نہ ان کے کچھ اور معنی لئے جاسکتے ہیں تا وہ تیسرے کلام اللہ کے نہ مکرری

بے کم و کاست پہنچا دینا۔ اس حیثیت سے آپ کی تصدیق کرنا اور آپ کے اوپر ایمان لانا فرض کیا گیا۔ یہ پیغمبری آپ کی ذات پر ختم ہوئی۔

امامت

یعنی اُمت کا انتظام، اس کو قرآن کے مطابق چلانا۔ اس کی شیرازہ بندی۔ ان کے باجمعی تقاضا کے فیصلے... وغیرہ اس حیثیت سے آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری لازم قرار دی گئی! (مقام حدیث از الطبع اسلام ص ۸۳)

اس طرح بزم طوع اسلام سے تعلق رکھنے والے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ نے اپنے بندوں کو صرف یہ حکم دیا ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا پیغام پہنچا دینے والا مان کر ان کی تصدیق کر دیں۔ وہ ان کی آپ کی اطاعت و پیروی تو یہ فرض نہیں بلکہ لازم ہے۔ آخر ایسا کیوں؟ یہ اس لئے کہ حسب رسالت سے منصب امامت کی گنجائش نکال کر اس منصب پر کسی غیر کو بٹھا دیا جائے۔ اور پھر اس کی اطاعت و پیروی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے مترادف بنا دیا جائے۔ یہ منہج صحیح ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیا جائے اور اس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں سالار پیغمبر کا کام کو جو خصوصیت حاصل سے اس حتم کر دیا جائے۔ ظاہر ہے ان کے اس مقصد کو کامیاب کرنا کہ ان کو جو کہ وہ سربراہ مملکت کا لقب "خلیفۃ الرسول" پورا نہیں کرتا تھا۔ اس لئے انہوں نے امامت کی اصطلاح کو پسند کیا۔ آخر امامیہ عقیدہ رکھنے والوں کی دنیا میں کئی تھی جو اس میں مزید اضافہ کی ضرورت محسوس ہوئی!

اس ضمن میں بار ویزیت کی مزید تفصیل ملاحظہ ہو:-

"قرآن میں اطاعت رسول کے جو احکام ہیں آپ کی ذات اور زندگی تک محدود نہیں بلکہ منصب امامت کے لئے ہیں جن میں آپ کے آئو الے تمام خلفاء داخل ہیں۔ ان کی اطاعت رسول کی اطاعت اور رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ قرآن میں جہاں جہاں اللہ اور رسول کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اس سے مراد امام و امت یعنی مرکز امت کی اطاعت ہے۔ جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم امت میں موجود تھے ان کی اطاعت اللہ اور رسول کی اطاعت تھی۔ اور آپ کے بعد آپ کے جانشینوں کی اطاعت اللہ و رسول کی اطاعت ہوگی۔"

(مقام حدیث: ص ۸۳-۸۴)

یلا مشبہ کلام اللہ کی اس آیت کے مصداق اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اس میں امامت کو شامل کرنا جہل ہوگا۔ مالک فرماتا ہے:-

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِمَا دُرِيَ اللَّهُ

قرین ذکر دی جائے۔ میں طرح اللہ کے بندوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت لازم ہے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی حیثیت رسول اپنے فرائض منصبی کو ادا کرنے کے پابند تھے۔ یہ کہنا کہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچا دیا اور پسند بالکل اسی طرح ملطاب ہو چکا جس طرح یہ کہنا کہ اللہ کا پیغام سننے والوں میں کیا اور میں منکرین حدیث جن معنوں میں یہ کہتے ہیں کہ منصب رسالت صرف اللہ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچانا تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی نظر میں منصب رسالت کی حیثیت ایک ڈاکے کی کے منصب سے زیادہ ہے۔ ڈاکے کو ممبر کوئی منصب یہ ہوتا ہے کہ وہ خط دے کر واپس مو جائے۔ اس کی ذمہ داری میں یہ شامل نہیں ہوتا کہ وہ یہ بھی بتائے کہ خط میں کیا لکھا ہے۔ لیکن اللہ کا پیغمبر حکم الہی پابند ہوتا ہے کہ وہ اللہ کا پیغام پڑھ کر سنائے، سمجھائے اور یہ بتائے کہ اس میں کیا لکھا ہے۔ کیا کرنا ہے اور کس طرح کرنا ہے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرائض منصبی کو ادا کرتے ہوئے اپنی تین سالہ پیغمبرانہ زندگی میں کلام اللہ کی تشریح کر کے اس کے مطابق ایک معاشرہ تشکیل دیا اور دنیا کے سامنے دین اسلام کا عملی نمونہ پیش فرمایا۔ آپ کا یہ پورا کام سنت رسول ہے اور اس قرآنی نظام کو عملی نافذ کرنے کے سلسلے میں کلام اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے باجمعی رابطہ سے جو اصول اور ضابطے، قواعد اور قوانین تشکیل پائے انہیں شریعت کہا جاتا ہے۔

منکرین حدیث کا یہ کہنا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف قرآن پہنچانے پر مامور کئے گئے تھے۔ سوائے انہوں نے پہنچا دیا۔ اس کے بعد محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسالوں کے ویسے ہی منتظم اعلیٰ تھے جیسا کہ ابوقحافہ کے بیٹے ابوبکر صدیق یا خطاب کے بیٹے عمر فاروق ان سب کی اطاعت کیاں طور پر ان کی زندگیوں کے ساتھ محدود و مطلق جو کہ زندگی کے خاتمے کے ساتھ ہی ختم ہو گئی۔ اب اطاعت کا مزامم کی ہوگی۔ وہی مرکز امت کہلائے گا۔ اور یہ کہ اس کی اطاعت کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت شمار کیا جائے گا۔ مختصر یہ کہ حاضر امام یعنی منتظم اعلیٰ کو وہی رجب حاصل ہوگا جو کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا۔ "وہ قرآن" "وہ اسلام" لکھنے والوں نے ایک قدم اور آگے بڑھا کر "وہ منصب رسالت" بھی لکھ دیئے۔ یہ تقسیم کچھ اس طرح کی تھی کہ پہلا پیغمبری

اور بعد امامت۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:-

پیغمبری یعنی پیغامات الہی کو لوگوں کے پاس

ترجمہ: (اے پیغمبر! ان سے) کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو پھر میری پیروی کرو۔ اللہ بھی تم سے محبت کرے گا۔ اور تمہاری محبت و محبت کرے گا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ کہہ دو کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اگر وہ نہ مانیں تو اللہ بھی کانوں سے محبت نہیں کرتا۔ (آل عمران: ۳۱-۳۲)

۳۔ فَلَا وَرَيْبَ لَآلِیُومِیْزُنَا حَتّٰی یُحْکَمَ لَکُمْ فِیْهَا حُجْرٌ بَیْنَہُمْ وَبَیْنَہُمْ لَا یُجَدُّوْا اِیَّیْ اَنْفُسُہُمْ حَرَجًا یَّعَاقِبُتْ وَیَسْلَمُوْا اَیْنَہَا ۝

ترجمہ: اللہ ہی اتم سے پروردگار کی قسم۔ لوگ جب تک اپنے ستاروں میں تمہیں مصنف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کرو اس سے اپنے دلوں میں ملے۔ نہیں بلکہ خوشی سے مانتے ہیں تب تک مومن نہیں ہو سکتے۔ (النساء: ۶۵)

۴۔ اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ لَعَلَّہُمْ یَرْجِعُوْنَ النَّاسَ بِمَا اَرَادَ اللّٰہُ وَلَا تَكُنَ الْفٰتِنَیْنِ حَافِیًا ۝

ترجمہ: (اے پیغمبر!) ہم نے تمہاری طرف بھی کتاب نازل کی ہے تاکہ اللہ کی ہدایات کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو اور تم خیانت کرنے والوں کی حمایت میں نہیں بحث نہ کرو۔ (النساء: ۱۰۵)

۵۔ اِنَّمَا کَانَ قَوْلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہِ لَیَقُوْمُوْا بِمَا اَنۡزَلَ اللّٰہُ اَوْ اَمَرَہُمْ اَوْ اَمَرًا مِّنۡ اُولٰٓئِکَ ہُمْ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

ترجمہ: آہل ایمان کی تویہ بات ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول کی بات بلائے جائیں تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو ایسے یہ کہیں کہ ہم نے سنا یا اور مان لیا۔ اور یہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔ (النور: ۵۱)

۶۔ وَ قُلْ اَمَرْتُ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ وَنَبِیُّہُ مَا کَانَ اَمْرًا لِّیْ اَعْدٰی یُّشَکِّکُمْ ۝

ترجمہ: اور اے مجھ! کہہ دو کہ جو کتاب اللہ نے نازل فرمائی ہے۔ میں اس پر ایمان رکھتا ہوں اور مجھے حکم ہوا ہے کہ تمہارے درمیان انسان کے ساتھ فیصلہ کروں۔ (النور: ۱۵)

۷۔ مَنْ یَطِيعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ طَاعَ اللّٰہَ وَمَنْ تَوَلٰی فَمَا اَرْسَلْنَا عَلَیْہِمْ حَافِیًا ۝

ترجمہ: جس نے رسول کی اطاعت کی تو بیشک اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے نافرمانی کی تو اسے رسول بھیجے گا کہ ان پر ٹھیکانے والا نہ بھیجے۔ (النساء: ۸۰)

ترجمہ: "اور ہم نے جو رسول بھیجا ہے، اس لئے بھیجا ہے کہ اللہ کے حکم کے مطابق اس کو حکم مانا جائے۔" (النساء: ۶۴)

پھر پھر یہ کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دے گا کہ قاضی بشیرانہ سے یہ کہے: "اور اگر ان کی تربیت کرنے والا تو تسلیم کرتے ہو تو ان سے" پھر آپ کو مامور میں اللہ نہیں سمجھتا۔ یہ کہ اللہ کی کتاب اس مسئلے میں واضح ثبوت فراہم کرتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام مسائل میں پروردگار میں اللہ تھے۔ جیسی تو فرمایا۔

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اَسْوَا حَسَنَةٌ ۝

ترجمہ: "تمہارے لئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔" (الاحزاب: ۲۱)

چنانچہ یہی فرق قرآنی تعلیمات کی پیروی کرنے والوں اور پیروی کرنے والوں کے درمیان جدائی کا باعث ہے۔ قرآن کے فیصلے کو مان لیا جائے تو پرانے کی جڑ کٹ جائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہ کرے گا کہ خصوصی امت حاصل ہو جاتی ہے۔ بہرورت دیگر اہل ایمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصیت حاصل نہیں رہتا۔ بلکہ عام سطح پر آجاتا ہے اور پرانے کی جڑ کٹ جاتی ہے کہ وہ منصب رسالت سے منصب امامت وضع کرے اور انکار حدیث کے لئے راہ ہموار ہو۔

قرآن میں جن مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم، حاکم، قاضی اور شارع قرار دیا ہے۔ ان کی عظمت

تفصیل درج ذیل ہے:-

۱۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یَعِثُ فِیْہُمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسُہُمْ یَتْلُوْا عَلَیْہِہِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْہُمْ وَیُعَلِّمُہُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ ۚ وَ اِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلِ لُغْیٍ ضَلُّوْا سُبُلَیْنِ ۝

ترجمہ: "بلاشبہ ایمان والوں پر اللہ نے بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان انہی میں سے ایک رسول اٹھایا ہے جو انہیں اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے۔ ان کو تزکیہ ان کی زندگی سناتا ہے (کہتا ہے) اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ جب کہ اس سے پہلے یہ گمراہی میں تھے۔" (آل عمران: ۱۶۴)

۲۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمْ اللّٰہُ وَ یَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ۚ اِنَّہٗ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

قُلْ اَطِيعُوا اللّٰہَ وَ الرّٰسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰہَ

نواہج کے نام سے متعارف کراتی ہے۔ ان کے بعد اسی صدی میں حضرت
نے ایک قدم اور آگے بڑھا کر اسلام میں غلطی کو داخل کرنے کی کوشش
کی۔ یہی کوشش خلافتِ اسلامی کی جانب سے ہوئی۔ انہی خیالات کی
معاونت میں انھوں نے القنائیں میدان میں آئے۔ خالقائیت کے متوالوں
نے عجمی بھی گنگا میں اپنے دامن کو تر کیا۔ فرقہ سماعیلیہ کی داغ بیل
بھی اسی صدی ہجری میں ڈال گئی۔ غرض ان تمام گمراہوں کی معاونت
سے انکارِ حدیث کا فائدہ رواں دواں ہوا۔ مناسب ہو گا کہ ان گمراہوں کی
مختصر تاریخ بھی بیان کر دی جائے۔ یہ قلمبریں صبر میں کب داخل ہوا، اور
لن لوگوں نے ان کی معاونت کی۔ اس کا ذکر انشاء اللہ بعد میں آئے گا پہلے
ملاحظہ ہوں ان گمراہوں کا مختصر تعارف یہ۔

۱۔ خوارج

حدیث کا انکار کرنے والوں میں
خوارج کا نام سرفہرست ہے۔ یہ وہ گمراہ تھاکر جس نے وہ سری صدی
ہجری میں اعلیٰ علیہ السلام پر دست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دینی
جیشیت کو چیلنج کر کے فتنہ انکارِ حدیث کی بنیاد رکھی۔ ان لوگوں نے ستر
کی حالت میں سلوۃ تصرار کرنے کے واسطے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے

اسلام دشمنی کا دوسرا نام انکارِ حدیث ہے

انکارِ حدیث ہی وہ کارنامہ ہے جس کی بدولت
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تیس سالہ محنت کو مشکوک
بے اثر اور بے ضرورت قرار دیا جاتا ہے

ایمان سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اس کی تصدیق قرآن سے نہیں
ہوتی ہے۔ اسی طرح انہوں نے ہر وقت کی سلوۃ کے لئے تازہ و صو
کرنے کے موقع کو اپنایا۔ اس میں بھی ان کی دلیل یہی تھی کہ وہ غلو تھے
یا ساقط ہونے کا قفسہ غیر قرآنی ہے۔ اس طرح یہ وہ لوگ تھے جنہوں
نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید سے انکار کر کے سب سے پہلے
غیر مقلد ہونے کا سرٹیفکیٹ حاصل کیا۔

معتزلہ :-

معتزلیوں نے انکارِ حدیث سے ایک
قدم اور آگے بڑھا کر فلسفے کو اسلام میں داخل کرنے کے لئے فیصلہ
کیا۔ انہوں نے عقل کی غیر محدود رسائی کو مانا۔ اور اپنی ہی عقل کو
ہر سچائی کی کوئی قرار سے دیا۔ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ انسانی عقل
تمام حقائق کو جانتے اور تمام لواظوں کو حاصل کرنے کی صلاحیت رکھتی
ہے۔ یہ عقل کے ذریعے اسلام کو سمجھنے پر تیار دیتے تھے۔ اور اسلام

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُمْتَنَةٍ إِذَا أَفْضَى اللَّهُ وَ
رَسُولُهُ أَنْ يَكُونُوا لَهُمُ الْخَيْرَ مِنْ أَمْرٍ
هُمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَتَحَ
لَهُ مَخْرَجًا مِمَّا يَنْتَهِ

ترجمہ :- اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو جی نہیں ہے کہ عیب اللہ اور
اس کا رسول کوئی امر مقرر کر دے تو وہ ان کا میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں اور
جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کے بازوئی کرے وہ عریض گمراہ ہو گئی۔
(الاحزاب : ۳۶)

۹۔ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ الرِّبَاطِيْنَ لِلَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ
الَّذِينَ هُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ

ترجمہ :- اور اے رسول! ہم نے تم پر یہ کتاب نازل کی ہے تاکہ جو (مسلمان)
لوگوں کے لئے نازل کی گئی ہیں تم ان کے سامنے ان کی تشویش اور حماقت کو
دستک دے ان پر غور و فکر کریں (النحل : ۱۱۶)

۱۰۔ وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِلَّذِينَ آمَنُوا
الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ
يُؤْمِنُونَ

ترجمہ :- اور ہم نے تم پر یہ کتاب اس لئے نازل کی ہے تاکہ تم ان کے
اندر (پائے جانے والے) اختلافات کی حقیقت ان پر واضح کر دو اور یہ
(کتاب) ہدایت اور رحمت ہے۔ ایمان لانے والوں کے لئے۔
(النحل : ۶۴)

کتاب اللہ کی یہ آیات ثابت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جیشت
رسول ان تمام مناصب پر مامور ہیں اللہ تعالیٰ آج بھی اور تا قیامت
انسانیت کے لئے آپ کی سنت، آپ کی تعلیمات کی اتباع و پیروی
(انفرادی و اجتماعی معاملات میں) لازمی اور لایہ دی ہے۔

انکارِ حدیث کی ابتداء

فتنہ انکارِ حدیث جو کہ تمام فتنوں کی جڑ ہے، سے تمام اسلام
دشمن قوتوں نے استفادہ کیا ہے۔ اس لئے ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اسلام
دشمنی کا دوسرا نام انکارِ حدیث ہے۔ انکارِ حدیث ہی وہ کارنامہ ہے
جس کی بدولت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تیس سالہ محنت کو مشکوک بے اثر اور
بے ضرورت قرار دیا جاتا ہے۔ دوسری قابلِ غور بات یہ ہے کہ اس طرح
منصب رسالت کو خالی کر کے خود اس پر براہمان ہونے کا موقع بھی میل
جاتا ہے۔ دوسری صدی ہجری کی بات ہے کہ سب سے پہلے جس گمراہ نے
انکارِ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف حکم بغاوت بلند کیا۔ تاریخ انہیں

میں ان فلسفیوں کے پاس سے ملے تھے کہ یہ لوگ یونان کے فلسفے سے متاثر ہو جاتے تھے کہ اہل بیت ایک دو کتاب میں ہی انہیں اسلام سے پھرانے کے لئے کافی ہو جاتی تھیں اور یہ اپنے آپ کو صلوٰۃ و صوم جیسی فرض عبادات سے بھی مستثنیٰ کر لیتے تھے اور یہ مذہب پیش کرتے تھے کہ اگر اس مذہب کے یہ احکام ضروری ہوتے تو افلاطون اور ارسطو کو بھی ان پر عمل ہوتا۔ چنانچہ ان کا ان احکام پر عمل کرنا ثابت نہیں اس لئے یہ غیر ضروری ہیں۔ جب کہ یونان کے ان حکماء (فلسفیوں) کے کردار حال کا یہ حال تھا۔

۴۔ حکماء یونان میں سقراط سے بڑھ کر کوئی نہیں ملے گا۔ یہ وہی نہیں ہے جو بازار کی ناحش عورتوں سے ارتباط رکھتا تھا اور ان میں ایک پیشہ ور کے فروغ اور کامیابی کے لئے گوشاں رہتا تھا یہی حال یونان کے دوسرے حکماء کا تھا۔

(سیرت النبیؐ از سید سلمان ندوی، جلد چہارم ص ۲۱)

۵۔ اخوان الصفا: یہ فلسفے کو بنیادی اہمیت دینے والوں میں ایک جماعت قابل ذکر ہے جو کہ تاریخ میں اخوان الصفا کے نام سے مشہور ہے۔ بزرگوار کے حکمران، اکبر کے "دین الہی" کی طرف پڑ یہ لوگ بھی دین اسلام کی نئی تدوین کرنا چاہتے تھے۔ یہ عرف یونان کے فلسفے ہی کے پیروکار نہ تھے۔ بلکہ جہاں سے بھی علم ملتا اس کو قبول کر لیتے تھے۔ یہ لوگ ہر طرف سے علم کو جمع کر کے ایک جامع فلسفے کی تعمیر کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے فلسفہ اور مذہب کو ایک کرنے کی بہت کوشش کی۔ ان کا خیال تھا کہ فلسفہ کو کچھ نیچے لایا جائے۔ اور اسے سہل بنایا جائے۔ اور دین کو کچھ بلند کر لیا جائے اور اس طرح ان دونوں کو ہم آہنگ کر دیا جائے۔ (ہنگام پاکستان، سیرسید نمبر ۹)

۵۔ تصوف: خالق اہست کے متوالوں نے مسلمانوں کو ان کی دیگر تہذیب کے لئے دوسری صدی ہجری میں رہبانیت کو تصوف کا نام دیا۔ اور پھر اس کے ساتھ لفظ اسلام کی بیوند کاری کر کے اسے اسلامی تصوف کے نام سے مشہور کر دیا۔ اس کا نام ہی نہیں بلکہ اس کے اصول اور ضابطے بھی اسلام سے یکسر مختلف اور اس کے مخالف ہیں۔ اسے دین اسلام کا قطعاً کوئی حصہ قرار نہیں دیا جاسکتا بلکہ یہ اس کی ضد ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اہل تصوف، تصوف کو دین کا مندرجہ کچھ ہیں، اس کے ساتھ اسلام کی بیوند کاری بالکل اسی طرح کی بات ہے جس طرح اس دور میں کچھ لوگوں نے سوشلزم سے پہلے "اسلامی" اضافہ کر کے اسے اسلامی سوشلزم کا نام دیا ہے۔ اور کچھ "اسلام پینڈو" نے جوہریت کے ساتھ "اسلامی" کا سابقہ لگا کر اسے مشرقی یہ اسلام کرنے

کے ہر حکم، ہر قانون اور ہر فیصلہ کو عقل کی کسوٹی پر رکھ کر رکھتے تھے اور پورا نہ اتنے کی صورت میں رد کر دیتے تھے یا پھر اس کو عقل کے مطابق لانے یا اپنی عقل پر ڈھالنے کی کوشش کرتے تھے چاہے اس کوشش میں وہ حکم مشہور ہی کیوں نہ ہو جائے۔

ان لوگوں کا یہ بھی کہنا تھا کہ وہی "وحی" تھا بل فیصلہ ہے جس کی عقل تصدیق کرے۔ گویا ان کے نزدیک وحی عقل کے تابع تھی نہ عقل وحی کا پیروکار نہ کسی دوسرے فلسفے میں گویا کوئی کام اس لئے اچھا ہے کہ اللہ اس کے کرنے کا حکم دیتا ہے یا وہ کام ہے جسے اچھا اس لئے اللہ اس کو کرنے کا حکم دیتا ہے۔ ان لوگوں کا جواب یہ تھا کہ کام کی اچھائی اور برائی اپنی جگہ مستم ہے۔ کسی کام کو صرف اس لئے اچھا نہیں کہا جاسکتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے کرنے کا حکم دیا ہے۔

ان معتزلیوں نے بڑی شد و مد سے یہ غیر ضروری سوال بھی اٹھایا تھا کہ قرآن حروف اور کلمات سے مرکب ہے اور اس طرح پیدا شدہ اور حادث ہے۔ یہ لوگ انسان کو اپنے عقل اور ارادے کا مختار کل سمجھتے تھے۔ رفتہ رفتہ ان پر فلسفے کا رنگ بہت گہرا ہوتا چلا گیا۔ اور آخر کار یہ مذہب سے بالکل بے نیاز ہو کر مابعد الطبیعیاتی بحثوں میں الجھ گئے۔ انہی معتزلیوں کے پاس سے ملے پڑھے لوگوں کے امام قرطیب علی گڑھ کے باقی سیرسید احمد خان فرماتے ہیں:

"مجھے اس بات کا یقین ہے کہ موجودہ کتب سنی، شیعہ

اس قابل نہیں کہ بعد تعلیم جدید کسی مسلمان کا اعتقاد قلبی مذہب اسلام پر ہے۔ صرف معتزلیوں کے اصول مذہب اور کتاب میں کسی قدر عمدہ معلوم ہوتی ہیں مگر موجود نہیں۔ یہی خیال کچھ کو باعث ہوا کہ میں نے قرآن مجید کی تفسیر لکھی۔

(ہنگام پاکستان، سیرسید نمبر ۵۵، سیرسید اپنے خلیفہ کے

آئینے میں، از ڈاکٹر محمد عزیز)

۳۔ فلاسفۃ اسلام

فلاسفۃ اسلام کے نام سے مشہور ہونے والے یونانی فلسفے سے بہت متاثر تھے۔ یہ مسلمان کم اور فلسفی زیادہ تھے۔ افلاطون اور ارسطو ان کی نگاہ میں مصوم من الخطا تھے۔ جب کہ افلاطون سقراط کی زبان سے اپنی کتاب "قوتیقا" میں جنون کی چار حالتوں میں پہلا نمبر پیجیری دوسرا وحی اور تیسرا عشق اور چوتھا خاموشی بتاتا ہے۔ آپ خود ہی سوچئے کہ اس طرح پیجیری اور وحی کا مذاق اڑانے والوں کو مصوم من الخطا کہنے والے کس قسم کے مسلمان ہوں گے۔ غزالی تہافت الفلاسفہ کے مقدمہ

۳۔ "مذہب کی طرح تصوف بھی ایک مائیکروسکوپ ہے۔"

(ایضاً: ص ۱)

۴۔ "ہر ملک، ہر قوم، ہر مذہب اور ہر دور کے تصوف کا طریقہ کار ایک ہی رہا ہے یعنی عشق" (ایضاً ص ۹)

۵۔ "ہر صوفی وحدت الوجود کا قائل ہوتا ہے" (ایضاً ص ۸)

۶۔ "صوفی خواہ ہندو ہو یا مسلمان مقصود دونوں کا ایک ہی ہے" (ایضاً ص ۱)

۷۔ "وحدۃ مطلقہ سے وصل ممکن ہے یعنی خود کی خدا سے اصل ہو سکتی ہے" (تاریخ تصوف ص ۱)

۸۔ "پرو فیئر لوسٹ سلیم حشری لکھتے ہیں کہ:-

"راقم الحروف اپنے پچاس سالہ تجربات کے بعد یہ بات علی وجہ البصیرت کہہ سکتا ہے کہ تصوف کے علاوہ

دل و نگاہ کو مسلمان بنانے کی اور کوئی سورت نہیں

خود اقبال کا مشورہ بھی یہی ہے:-

می نزدیکم دل از آب گل

بے نگاہ از خداوندان دل (ایضاً ص ۱)

درج ذیل اشعار بھی اسی سلسلے کی کڑی محسوس ہوتے ہیں:-

دیں جو اندر کتب اسے بے خبر

علم و حکمت از کتب دین از نظر (اقبال)

اور:-

دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا (اکبر الہادی)

منگلہ اپار یہ جو کہ ہندو دھرم کا پیرہ کار تھا اس کی تعریف

کرتے ہوئے تاریخ تصوف کا مصنف لکھتا ہے:-

"ان کا نام قیامت تک زندہ رہے گا۔ اور توحید

کے متوالے ان کا تصانیف سے مستفید ہوتے رہیں گے"

(تاریخ تصوف ص ۳۱)

اہل تصوف کے نزدیک:-

"تصوف کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ انسان کا فرد یعنی ہندو اور

مسلمان، کالے اور گولے غرض کہ ہر شخص سے محبت کرنے لگتا ہے:-

بندہ عشق از خدا غیر طریق

می شود بر کار فرد و مومن شقیق (اقبال)

تصوف کیا ہے؟

"تصوف اس اشتیاق کا نام ہے جو ایک صوفی کے دل و دماغ

میں خدا سے ملنے کے لئے اس شدت کے ساتھ موجزن ہوتا ہے کہ اس

کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ سوشلزم اور جمہوریت کا اسلام سے کوئی میل

نہیں بلکہ تینوں کا صغریٰ اکبری جدا جدا اور باہم مختلف ہے۔ اسلام

اللہ کا دین اور مکمل ضابطہ حیات ہے جس کے اپنے اصول و ضوابط ہیں

یہ شخص ایک لفظ نہیں ہے جس کو اپنی مرضی کے مطابق ہر جگہ استعمال

کیا جاسکتا ہو۔

ہر مذہب، قوم، ملک اور ہر دور کے تصوف کا طریقہ کار ایک

ہی رہا ہے البتہ ناموں میں فرق ضرور ملتا ہے۔ ہندوستان میں اسے

"ویدانت" اور "لوگ" کا نام دیا جاتا ہے جب کہ اہل یونان اسے

یا طینیت کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ عرب میں "ربانیہ" کے نام سے

اس کا چرچا تھا اور آج دنیا کے اسلام میں یہ "اسلامی تصوف" کے نام

سے مشہور ہے۔ تاریخ تصوف بہت پرانی ہے۔ محققین اس کی خیم جھولی

چمکاتے ہیں جب کہ آج کی دنیا میں ہندی تصوف، یونانی تصوف

اور اسلامی تصوف کا چرچا عام ہے۔ ان سب میں ہندی تصوف

خارج وہ لوگ تھے جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی

تقلید سے انکار کر کے سب سے پہلے غیر مفت لدتوں نے

کاسٹریفیکٹ حاصل کیا

پرانہ ہی نہیں بھار کا بھی ہے۔ یہاں تک کہ اسلامی تصوف بھی اسی

کے رنگ میں رنگ نظر آتا ہے۔ چنانچہ پرو فیئر روٹس (ROYCE)

اپنی مشہور تصنیف "کائنات اور فرد" جلد اول باب چہارم ص ۱۵۶

میں لکھتے ہیں کہ:-

"صوفیہ عقائد کی پوری داستان ان (اپنڈ) کتابوں

میں قلمبند کر دی گئی ہے:-

(بحوالہ تاریخ تصوف از پرو فیئر لوسٹ سلیم حشری ص ۱۵)

صوفی دنیا کے مورخ پرو فیئر لوسٹ سلیم حشری اپنی کتاب

"تاریخ تصوف" میں جیسے پنجاب کے محکمہ اوقاف کی علماء اکیڈمی نے شانہ

لیا ہے۔ تصوف کی چند خصوصیات جو کہ دنیا کے تمام صوفیاء عقائد میں

یکساں پائی جاتی ہیں۔ بیان کرتے ہیں مثلاً:-

۱۔ پہلی صدی سے لے کر آج تک صوفیاء کے بنیادی

تصورات میں یکسانیت پائی جاتی ہے:-

(تاریخ تصوف ص ۲۸)

کی پوری عقل اور جہد باقی زندگی پر غالب آجاتا ہے۔

(تاریخ تصوف ص ۱)

۲۔ تصوف کیا ہے؟ ”روح انسانی کا اپنی اصل (خدا)

سے جو اصل ہو جانے کا اشتیاق یا (ایضاً ص ۳)

۳۔ تصوف کیا ہے؟ ”خدا سے ملنے یا اسے دریافت کرتے یا

اسے دیکھنے کی شدید ترین آرزو کا دوسرا نام“

(ایضاً ص ۳)

۴۔ قرآن سے پیش نظر یہ ہے شریعت

اللہ سے پیش نظر یہ ہے طریقت

(الکبر الیادی)

تاریخ تصوف کے حوالے سے احمد بن منہل کا قول بھی ملاحظہ ہو۔

”لوگوں نے احمد بن منہل سے پوچھا بشرحاتی تو عالم

ورن نہیں ہیں، پھر آپ ان کے پاس کیوں جاتے ہیں؟

انہوں نے جواب دیا کہ میں تمنا اللہ سے آگاہ ہوں

سکھوں کے مشہور گوردوارہ گولڈن ٹمپل کا مرتسر

میں سنگ بنیاد رکھ کر اسلامی تصوف کے ایک سپوت

میال میر لاہوری نے خواجہ غلام فرید کے اشعار پر

اپنی مہر تصدیق ثبت کر دی

اور شریعتی اللہ سے واقف ہیں۔ اس لئے ان کا

مرتبی میرے مرتبہ سے بدرجہا زیادہ بڑھا ہوا ہے۔

(تاریخ تصوف : ص ۱۳۲)

”وینا کے تمام موقیعا ادب میں خدا کو محبوب ہی قرار دیا گیا ہے

طریق، فرخ فرس، شکر رام نوج، ولیدہ اپاریہ، منصور علاج،

شیخ اکبر، سرشد روی، خواجہ غلام حکیم عراقی، عارف جامی، حکیم سنائی

بیدل، شاہ عبد اللطیف جیسائی، جلی مرست، وارث شاہ، سلطان

یا ہو، بقیہ شاہ، رام کرشن، اقبال، پریم ہنس، سب نے خدا ہی کو

محبوب حقیقی بنایا ہے۔ اور عشق حقیقی کا نعرہ سنایا ہے۔ یہ سب ایک ہی

عشق حقیقت کے پرشانی ہیں۔ اور ایک ہی مسلک یعنی مذہب عشق کے

مطلع ہیں۔ (تاریخ تصوف ص ۸۶ - حاشیہ)

”تولین (یونانی) شکر چاریہ (ہندی) شیخ اکبر (عراقی)

کی تعبیرات میں فرق نظر آتا ہے، نتیجہ یکساں ہے۔ مگر شہناج مگر میں

(APPROACH) جہاں گاہ ہے۔ (ایضاً ص ۲۵)

اہل تصوف حقیقی علم کی یوں تعریف کرتے ہیں کہ:

”جب انسان مراقبہ (دھیان) کرتا ہے تو اس پر یہ متکشف

ہوتا ہے کہ ہر شے میں الواحد جود ٹکڑے یہی حقیقی علم ہے۔ جب تک

ہم کثرت کو حقیقی سمجھتے رہیں گے جہالت میں گرفتار رہیں گے۔

(ایضاً ص ۳۵)

اور حقیقی علم کی تعریف میں ہندی، یونانی اور اسلامی تصوف

والے سب ایک مقام پر کھڑے ہیں۔ ملاحظہ ہو:-

”حقیقی علم کی تعریف میں فلاطین (یونانی) شکر چاریہ (ہندی)

شیخ اکبر، سعدی، روی، بیدل اور اقبال (اسلامی) سب ہم تو ہیں۔

(تاریخ تصوف ص ۳۸)

تصوف کی رواداری

یوں تو غالب عالم میں سب سے زیادہ رواداری کا مظاہرہ

کرنے والا مذہب، ہندو مذہب ہے۔ اس مذہب میں یہودیوں کی

کوئی قید نہیں۔ لوگ آزاد کر دیئے گئے انجس کی چاہیں عبادت کریں۔

جس کے سامنے چاہیں بھگیں۔ حاجت روائی کے منصب پر جسے چاہیں

بجائیں یہودیوں کی یہاں کوئی قید نہیں۔ حلال حرام کا یہاں سوال نہیں۔

اللہ ہی کی عبادت کا یہاں کوئی پابند نہیں۔ یہاں تک کہ جانور،

درخت، چاند اور سورج وغیرہ کی پوجا یہاں عام ہے۔ ایک پکاری

دوسرے کو برا نہیں کہتا۔ پوجا پاٹ میں سب آزاد ہیں۔ لوگ اسی

رواداری کو اسلام میں بھی مانج کرنا چاہتے ہیں جب کہ دین اسلام

اس سلسلہ میں ایک خط کھینچتا ہے۔ اللہ کی وحدانیت کی دعوت دیتا

ہے۔ اللہ ہی کی عبادت کا پابند کرتا ہے۔ حرام اور حلال کی وضاحت

کرتا ہے۔ اچھائی اور برائی میں فرق بتاتا ہے۔ مومن اور کافر کو یہ ایک

صف میں کھڑا نہیں کرتا۔ اپنوں اور غیروں میں تمیز رکھتا ہے۔ اس

سلسلہ میں صحابہ کرامؓ کی ایک خاص صفت کا ذکر کلام اللہ میں موجود

ہے۔ اس لئے یہ صفت ہم سب میں ہونا ضروری ہے کہ:-

”مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ الَّذِیْنَ مَعَاہُ اَشِدَّاءُ عَلٰی

اَلْکُفَّارِ رَحِمًا لِّیَنْبَغِیْہُمْ

”حمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں

کے حق میں تو سخت ہیں اور آپس میں رحم دل۔“ (فتح : ۲۹)

رواداری میں اہل تصوف بڑے فراخ دل واقع ہوئے ہیں



اور یہی ان کی ترقی کا راز بھی ہے۔ ان کے یہاں اپنائیت کے لئے صرف انسان ہونا کافی ہے، بیکاری وہ چاہت جس کا ہو۔ اس سے اپنی ضرورتیں نہیں۔ چنانچہ اہل تصوف کا کہنا ہے کہ:-

”جو تک ہر شے میں اس کا جلوہ ہے۔ ساری کائنات اس کی جلوہ گاہ ہے۔ ہر شے سے وہ ظاہر ہو رہا ہے اس لئے ہر انسان منظر ذات و صفات ہے۔ اگر ہندو میں اس کا جلوہ ہے تو مسلمان میں بھی وہی جلوہ گر ہے اس لئے صوفی جگہ افراد انسانی کو منظر ذات سمجھ کر سب سے یکساں محبت کرتا ہے۔ اس لئے وہ مسجد کے علاوہ گرجے صومے اور مندر کو بھی عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ بلکہ یوں کہتا ہے:-

دیکھتے ہیں نہ تھیں آوارہ۔ گنبد، قبلہ، دیر، دوارہ
سجدہ، مندر، ہیکڑ، ٹور

(خواجہ غلام فرید، بحوالہ تاریخ تصوف ص ۱۳۱)

اور انھوں نے مشہور گور دوارہ گوٹھن ٹمپل کا امرتسر میں لگ بھگ دیکھ کر اسلامی تصوف کے ایک سپوت ”میاں میر لاہوری“ نے خواجہ غلام فرید کے مندر جب بالا اشار پر اپنی ہر تصدیق بھی ثبت کر دی۔

(ملاحظہ ہو نگار کا خدا نمبر ۱۹۶۹ء ص ۹۰)

برصغیر میں قسطنطنیہ انکار حدیث کے مورث اعلیٰ مرہ سید احمد خاں جنہیں لوگ ”بجری“ بھی کہتے تھے، وہ بھی راداری میں اہل تصوف سے پیچھے نہیں ہے۔ چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں مرہ سید احمد خاں کا یہ خط اس سلسلہ کی ایک گڑھی ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو:-

”حضرت مرزا صاحب کی نسبت زیادہ کڑا کاوش کرتی ہے فائدہ ہے۔ ایک بزرگ، زاہد اور ایک نیک نخت آدمی ہیں۔ جو کچھ خیالات ان کے ہو گئے ہوں ہو گئے ہوں۔ بہت سے نیک آدمی جن کو اس قسم کے نیک خیالات پیدا ہو چکے ہیں۔ ہم کو ان سے نہ کچھ فائدہ ہے اور نہ نقصان۔ ان کی عزت اور ان کا ادب کرنا بسبب ان کی بزرگی اور نیکی کے لازم ہے۔“

(مرہ سید اپنے خطوط کی روشنی میں بحوالہ نگار پاکستان مرہ سید نمبر ۱۹۶۰ء)

مولوی جراح علی جو کہ مرہ سید احمد خاں کے دست راست اور مددگار معاملات کے مشیر خاص تھے۔ ان کے بارے میں ڈاکٹر سید عبداللہ اپنی کتاب ”مرہ سید احمد خاں اور ان کے رفقاء“ ص ۶۸ پر لکھتے ہیں:-
”انہوں نے (مولوی جراح علی) مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی

”برائین احمد“ لکھنے میں مدد دی۔“

راداری کے سلسلے میں مرہ سید کے یہ الفاظ بھی قابلِ توجہ ہیں جو انہوں نے منشی جیون داس کے جواب میں کہے ہیں:-

”آپ نے جو لفظ ہندو کا استعمال فرمایا ہے وہ میری رائے میں درست نہیں کیونکہ ہندو میری رائے میں کسی مذہب کا نام نہیں بلکہ ایک شخص جو کہ ہندوستان کا رہنے والا ہوا ہے مثیل ہندو کہہ سکتا ہے۔“
(بحوالہ نگار پاکستان مرہ سید نمبر ص ۵۰)

آج کل چلا کر فرماتے ہیں:-

”میں ہندوؤں اور مسلمانوں کو مثل اپنی دونوں آنکھوں کے سمجھتا ہوں۔ اس کہنے کو بھی میں پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ لوگ علی العموم یہ فرق قرار دیں گے کہ ایک گور دان اور ایک گوباشی آٹھ کہیں گے۔ مگر میں ہندو اور مسلمان دونوں کو بطور ایک آنکھ کے سمجھتا ہوں۔ لفظ قوم سے میری مراد ہندو اور مسلمان دونوں سے ہے۔“

(ایضاً ص ۵۱)

راداری کا ایسا ہی ایک منظر دکھانے ہم آپ کو پھر بھی بے چلتے ہیں سیارہ ڈائجسٹ کے خصوصی شمارہ (دسمبر ۱۹۶۲ء) ۶۰ اولیٰ نے کلام قلم میں منصور سٹان کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ یہ کہتا تھا:-

”سے اللہ تیری روح اور میری روح یوں اکٹھے ہو گئی ہیں جیسے آبِ زلال میں شراب۔“
”جب کسی شے کا لمس تجھے غم سے موت ہے تو اس لمس کا احساس تجھے بھی ہوتا ہے۔“ (ص ۱۳)

منصور سٹان نے ایک خط کا جواب دیتے ہوئے اجتہادی الفاظ لکھے:-
”منجانبہ۔ ارحم الراحمین۔ بنام اپنے خدا۔“ ص ۱۵
”میں نے منصور سے پوچھا کہ موسیٰ کے بارے میں کچھ عرض کریں۔ منصور بولے ”یہ نہیں تھے۔۔۔ برحق خدا کے برگزیدہ پیغمبر“ اور جب ان سے (میں) کے بارے میں پوچھا گیا تو جواب دیا کہ ”وہ بھی سچا تھا۔“ (ص ۱۵)

سیارہ ڈائجسٹ کے اولیٰ، قلم میں منصور کا یہ جملہ بھی منقول ہے:-
”میں ہی وجود خداوند کی ہوں۔“ (ص ۱۵)

باقی ص ۱۵ پر ملاحظہ فرمائیں

ماکمل ترجونہ اللہ وقارا

لائسنس دہنے کو اجازت

انیس دہائی

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کو جس قدر نقصان اسلام کے نام لیواؤں نے پہنچایا ہے اتنا غیر مسلم باوجود مذہب و ممالک کے بھی نہیں پہنچا۔ اعلیٰ تصوف کے علمبردار، صوفیاء نے وحدت الوجود کا نظریہ پیش کر کے دین کی اصل روح یعنی توحید پر پردہ ڈالا اور وحدت الوجود و مولیٰ کے ذریعہ عید و میوہ کھا مٹا دیا۔ شریعت کے مقابلے میں طریقت کو پیش کیا گیا۔ اجماع سے نین دینداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے توحید کو مشرک اور ایمان کو کفر سے بدل ڈالا اور تاویل کو خوشناما پھرنے سے ایمان و عقیدے کو شک کیا۔ اسی کوشش میں آیات قرآنی کے انکار پر بیوقوف دنیاوی قبر کے گڑھے میں مردہ جسم کے اندر قیامت سے پہلے ہی روح کے لوٹنے جانے کا عقیدہ بنایا گیا۔ سب سے بڑی جہلی صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات کے بعد مدینے والی قبر میں زندہ مانا گیا اور ان پر امت کے درود و سلام اور نیک اعمال پیش کیے جاتے تھے۔ پھر ہر مردہ قبر میں یوں زندہ ہوا کہ دنیا میں اپنے عزیزوں کے اعمال سے باخبر ہو کر قبر پر اسے دالوں کو پیچھا نٹے لگا چنانچہ اس امت کو دنیاوی کے روپ میں طاقت پرستی کے دام فریب میں اس طرح جکڑا گیا کہ اصل دین اس کی نگاہوں سے قطعاً اوجھل ہو گیا۔ اور اکثریت مشرک کا شکار ہو کر رہ گئی۔ بالآخر اللہ کا غضب بھڑکا، اللہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے کی دعوت دینا یہ بدست عذاب الہی کی مستحق ٹھہری غیر مسلم اقام کے؛ انھوں ذلیل و سوا ہوئی، عدلیہ کی تدریج ال نام نہاد مسلمانوں کی ذلت اور عوامی کی رزہ خیز و استیلاؤں سے بھری پڑی ہے۔

ایسے حالات میں اللہ کی ناراضگی اور اس کے عذاب سے بچنے اور اس کی رحمت کو متوجہ کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اس کی طرف رجوع کر کے اصلاح احوال کی کوشش کی جائے۔ انبیاء علیہم السلام کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے دعوت حق اٹھائی جائے۔ اس ذمہ داری سے کما حقہ عہدہ برآ ہوئے کہ لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ زحرف طاغوت کی نشاندہی ہو ملے کھل کر اس کا کفر کیا جائے۔ مشرک اور کفر کے علمبرداروں اور ہر پارہوں کے چہروں کو بے نقاب کیا جائے کہ جنہوں نے مکہ و فریب کا جال بچھا کر توحید کی جگہ مشرک اور ایمان کی جگہ کفر کو مسلط کر دیا اور اس طرح اپنے آپ کو اور اپنے اندر سے ہر وہ کام کو قبر الہی کا سستی بنا کر اپنی جاگرت کے گڑھے میں جھونک دیا۔ اس لئے اللہ پر ایمان کا قلعہ مایہی ہے کہ ان کے خلاف زبان و قلم اور ہر طرح سے جہاد کر کے اللہ کے دھار کر بلند کیا جائے۔

اصلاح احوال کی غرض سے قبر پرستی کی اصل بنیاد اور قرآن وحدیث کی تکذیب کرنے کے لئے اس عقیدے کے خلاف کہ ہر مردہ قیامت سے قبل اس دنیاوی قبر میں زندہ ہو جاتا ہے جب سے آواز اٹھائی گئی، طاغوت کی نشاندہی کی گئی اور قدامت و شخصیات اور عیاری ہر گم ناموں کے حامل افراد کے عقائد و اقوال کو قرآن وحدیث کی کسوٹی پر پرکھ کر ان کے کھٹ کو واضح کیا گیا تو بولنے اس کے کہ اللہ کے وفادار کو ترجیح دیتے ہوئے، ان باطل عقائد سے بیزاری کا اظہار ہوتا اور طاغوت کا رد کیا جاتا تاں اللہ کے مقابلے میں ان شخصیات اور ان کے وابستگی اور عقیدت کا اظہار کیا گیا بلکہ ان کے ظہور و فساد کی روش کو اختیار کیا گیا ہے اس میں پرستی کا ایک نمونہ نظر

یہ بات صحت میں ہے کہ دنیاوی قبر کا عقیدہ و فساد اللہ کے لئے بڑا نقصان ہے۔ مردہ نہیں مٹتے اور عذاب الہی اسی قبر میں آتا ہے۔ یہ عقیدت عہد رسالت سے اسی طرح چل آ رہی ہے اور آج کل اس پر شاہد ہیں۔
باللہ برزخی قبر کا عقیدہ آج کل نکلا ہے اور اب ہر وہ ان چڑھ رہا ہے ان کے ذمہ مردہ انکار حدیث الی کا ایک نمونہ ہے۔
قرآن مجید و احادیث صحیحہ میں برزخی قبر کا کوئی ذکر نہیں۔
۲۔ ایک عبارت المسلمین سلسلہ اشاعت نمبر ۳ ص ۲۹

اسے کہتے ہیں شوقِ گل بوسی میں کانٹوں پر زباں رکھ دینا۔ اس طرح اپنے اکابرین کی محبت اور عقیدت میں کتاب اللہ کی آیات تک کو جھٹلادیا جاتا ہے۔ اللہ کی کتاب گواہی دیتی ہے **ثُمَّ أَنْتُمْ بُعِدَ ذَٰلِكَ لَتَسَيِّئُونَ ۝ ثُمَّ أَنْتُمْ كَذِبُونَ ۝** (المؤمن، ۱۵-۱۶) **وَمِنْ ذَٰلِكَ أَنْهُمْ جَاهِلُونَ حُجَّتَ الْيَوْمِ يَتَعَتُونَ ۝** (المؤمنون، ۱۰۰) دراصل قرآن و حدیث کے خلاف قیامت سے قبل مردوں کے ذمہ نبوت کا عقیدہ اس آیت کی اکثریت نے اس لئے اپنایا کہ ان کے امام، مسئلہ خلق قرآن کے پیروا احمد بن حنبل یہ عقیدہ رکھتے تھے۔ چنانچہ عقیدت سے بھرپور منکر اللہ کے خوف سے عاری عبارت کا ایک اور نمونہ ملاحظہ فرمائیے۔

جو عقیدہ امام احمد بن حنبل اپنے پیروں کو فرمایا ہے، وہ تمام امت کا عقیدہ ہے، اس کے خلاف عقیدہ رکھنا کفر ہے، دو قبروں کا شافعیانہ قبر نہ ہے، اللہ اپنے نظریے کی حمایت کا ایک ذکر یہ ہے۔

عکس عبارت: المسلم سلسلہ اشاعت نمبر ۳ ص ۳۴

اب ذرا احمد بن حنبل کے عقیدے پر بھی نظر ڈال لیجئے۔

احمد بن حنبل کا عقیدہ

والایمان

بمَنكَرٍ وَنَكِيرٍ، وَعَذَابِ الْقَبْرِ، وَالْإِيمَانُ يَمْلِكُ الْمَوْتَ يَقْبِضُ الْأَرْوَاحَ: ثُمَّ تَرُدُّ فِي الْأَجَادِ فِي الْقُبُورِ، فَيُسْأَلُونَ عَنِ الْإِيمَانِ وَالتَّوْحِيدِ،

(عکس عبارت طبعات حنابلہ، جز اول ص ۳۴)

ترجمہ :- منکر، نکیر، عذابِ قبر، ملک الموت کے ارواح کو قبض کرنے، پھر ارواح کے قبروں میں جنوں کی طرف لوٹائے جانے پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اور اس پر بھی ایمان لانا لازم ہے کہ قبر میں ایمان و توحید کے بارے میں سوال ہوتا ہے۔

(طبعات حنابلہ، جز اول ص ۳۴)

قرآن کے صریح بیان، **ثُمَّ أَنْتُمْ بُعِدَ ذَٰلِكَ لَتَسَيِّئُونَ ۝ ثُمَّ أَنْتُمْ كَذِبُونَ ۝** (المؤمن، ۱۵-۱۶) کے خلاف پھر اس (زندگی) کے بعد تمہیں موت آئے گی اس کے بعد قیامت کے روز تم پھر اٹھائے جاؤ گے (المؤمن، ۱۵-۱۶) کے خلاف

پائے جانے والے اس عقیدے پر قرآن کے حکم **وَمَنْ لَّمْ يُحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ۝** کے مطابق جب سے گرفت کی گئی ہے اس وقت سے حیات فی القبر کے عقیدے کو ماننے والے عام طور سے عجیب شخصے میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ ایک طرف اپنے امام احمد بن حنبل کے اس عقیدے کا اقرار اور اثبات کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ اس پر بے یقینی کی کیفیت اور پھر امام صاحب کے دفاع کی فکر کا یہ عالم ہے کہ ان کی نہ کورہ بالا عبارت کو غیر معروف اور نامقبول بھی قرار دے رہے ہیں حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے احمد بن حنبل کا عقیدہ ”معدود روح“ اس امت میں ساڑھے گیارہ سو سال سے مقبول عام رہا ہے اور اس کے پھیلنے میں ان کی شخصی حیثیت سبب امت میں خلق قرآن کے مسئلہ کی وجہ سے ہو گئی تھی کا بڑا اثر ہے۔ ان کی یہ تحریر رات ہی معروف و مقبول ہے کہ اس کو سارے کھنے و ان کے عقیدے کے تحت بیان کرتے آرہے ہیں اور اسی بات کی ترجمانی ابن تیمیہ نے ان الفاظ میں کی ہے :-

وَلَمَّا «رسالة احمد بن حنبل» إلى مسدد بن مسرهد فهي مشهورة عند

اهل الحديث والسنة من اصحاب احمد وغيرهم - نقلوها بالقول -

(عکس عبارت: مجموع الفتاویٰ ابن تیمیہ جلد ۵ ص ۳۹۶)

ترجمہ :- اور رہا احمد بن حنبل کا خط مسدد بن مسرہد کے نام تو وہ حدیث و سنت کے اہل علم اور احمد کے اصحاب وغیرہ میں مشہور ہے اور انہوں نے اس کو قبولیت کا درجہ دیا ہے۔

(مجموع الفتاویٰ ابن تیمیہ جلد ۵ ص ۳۹۶)

تحفظ و دفاع امام کے اس منصوبے کو ناممکن ہوتے دیکھ کر کہا جاتا ہے کہ احمد بن حنبل کی اس بات کو ابن تیمیہ (المؤمن، ۲۸)

سے نہیں بلکہ طبقات حنابلہ کے مصنف راہبوتی ۵۲۶ھ سے پہلے مشہور ثابت ہونا چاہیے۔ جواب دیا جاتا ہے کہ ان کی یہ بات امت میں سارے گیارہ سو سال سے مقبول عام ہے تمام لوگوں نے ان کا یہی عقیدہ بیان کیا ہے۔ ابن تیمیہ اور طبقات حنابلہ کے مصنف سے پہلے اس کے مشہور ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ مشہور حنبلی عالم ابو عبد اللہ بن لوطیہ نے پیدائش ۳۰۴ھ و وفات ۳۸۸ھ نے عقائد پر لکھی جانے والی اپنی مشہور کتاب "الابانۃ" میں اس کا ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

و قد ذکرہا

ابو عبد اللہ بن لوطیہ فی کتاب "الابانۃ" (عکس عبارت معجم الفتاویٰ ابن تیمیہ، جلد ۵ صفحہ ۳۹۶)

ترجمہ :- اور اس (حنبلہ) مسند میں مسرحدہ کا ذکر ابو عبد اللہ بن لوطیہ نے کتاب "الابانۃ" میں کیا ہے۔
(معجم الفتاویٰ ابن تیمیہ جلد ۵ صفحہ ۳۹۶)

ابو عبد اللہ بن لوطیہ کثیر التصانیف ہیں، کہا جاتا ہے کہ ستوں سے زائد کتابوں کے مصنف ہیں، ملاحظہ ہوں طبقات حنابلہ، شذرات الذہب وغیرہ لیکن "کتاب الابانۃ" ان کی پہچان اور شہرت کا سبب ہے، ان کی یہ کتاب بڑی مشہور ہے جس کا ثبوت مندرجہ ذیل اقتباس ہے۔

عقائد کے متعلق سلسلہ تصنیفات | چوتھی اور پانچویں صدی ہجری میں متعلقہ متعلق اور کتابیں لکھی ہیں ابن ابی شیبہ

بن ابی شیبہ، الحنفی الماتونی ۳۸۰ھ کی کتاب الامانۃ، قاضی ابو یوسف، الطیب بن الدین، قلائی الماتونی ۳۸۰ھ کی

کتاب الابانۃ، اور کتاب التہذیب، استاد ابو یوسف، فک الماتونی مستندہ کی کتاب لغات، حافظ ابو القاسم ہمدانی

مناہس بن منصور الامکانی کی کتاب السنن، ابو ذر المہر دی الماتونی مستندہ کی کتاب السنن، حافظ ابو القاسم ہمدانی

الماتونی مستندہ کی کتاب الطیب فی العقیدۃ بہت مشہور ہیں۔

(عکس عبارت "امام ابن تیمیہ، مصنف، افضل العلماء محمد یوسف کوکن عمری ص ۱۸۴)

مطالب پورا ہونے کے باوجود بھی اقرار کی بجائے انکار کی روش کو برقرار رکھا جاتا ہے۔ تحفظ و دفاع کے منصوبے کو ہر حالت میں کامیاب کرنے کے لئے رخ بدل کر کہا جاتا ہے کہ آپ کے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ احمد بن حنبل نے مسند میں مسرحدہ کو خط لکھا

تھا چنانچہ ان مسکت جواب کے باوجود کہ تاریخ اس پر گواہ ہے، چند اور ہٹ دھرمی کے انداز میں فرق نہیں آتا بلکہ اس پر اصرار برحق ہے کہ احمد بن حنبل کے مسند میں مسرحدہ کی طرف خط لکھے جانے کا ثبوت موجود نہیں ہے۔ حالانکہ خود احمد بن حنبل بچاؤ، تحریک پلانے والوں کے ہاں معتبر سمجھا جانے والا، علم الرجال کا ماہر، اپنی مایہ ناز تصنیف "تہذیب التہذیب" میں مسند میں مسرحدہ کے احوال (ترجمہ "میں" احمد بن حنبل کے مشہور شاگرد عبد الملک بن عبد الحمید المیسری (الماتونی ۲۷۷ھ) کی درج ذیل عبارت لاکر ان کے مسند میں مسرحدہ کی طرف لکھے جانے والے خط کو ثابت کرتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے

قال الماتونی :- انت

ابا عبد اللہ الکتاب الی مسند فکتب لی الیہ و قال نعم الشیخ عافاہ اللہ تعالیٰ

(عکس عبارت "تہذیب التہذیب، جلد ۱۰ صفحہ ۱۰۸)

ترجمہ :- میں نے کہا کہ میں نے ابو عبد اللہ (احمد بن حنبل) سے مسند کے لئے خط لکھنے کی درخواست کی تو انہوں نے اس کا

(تہذیب التہذیب، جلد ۱۰ صفحہ ۱۰۸)

طرف لکھ دیا۔

لہذا یہ شکل ہے۔ طبقات حنابلہ میں شامل کتاب فیہ اعتقاد الامام المنیل ابی عبد اللہ احمد بن حنبل سے ایسا ہے علیہم السلام کی
تبرکات میں زندگی کے بارے میں احمد بن حنبل کا موقف بھی پیش خدمت ہے

کتاب

فیہ اعتقاد الإمام المنیل ابی عبد اللہ

احمد بن حنبل

رحمہ اللہ ورضی عنہ

وكان يقول: إن الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون، وأن الميت يعلم بزاره

يوم الجمعة، بعد طلوع الفجر وقبل طلوع الشمس^(۱) عکس عبارت: طبقات حنابلہ جز دوم صفحہ ۳۰۳

ترجمہ :- اور وہ (احمد بن حنبل) کہتے تھے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اور مائتہ پڑھتے ہیں اور مردہ اپنے
ملائکہ راہی قبر پر آنے والے کو جیچاتا ہے جمع کے دن طلوع فجر کے بعد اور طلوع شمس سے پہلے طبقات حنابلہ جز دوم ص ۳۰۳
قرآن و حدیث کے خلاف روایات کا احمد بن حنبل کے عقائد پر گنا گہرا اثر تھا اس کا اندازہ ان کی اس روایت سے ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

وأن

النبي صلى الله عليه وسلم قد رأى ربه، فإنه ما ترو عن رسول الله صلى الله عليه

وسلم صحيح

عکس عبارت: طبقات حنابلہ جز اول صفحہ ۲۴۲

ترجمہ :- اور یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے الہ سے ربت کو دیکھا اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح روایت سے منقول ہے

(طبقات حنابلہ جز اول صفحہ ۲۴۲)

(طبقات حنابلہ جز اول صفحہ ۳۱۲)

(مناقب الامام احمد بن حنبل لابن جوزی ص ۱۴۲)

امام بخاری نے بیان صحیح بخاری میں احادیث لا کربیات فی القبر اور اس دنیا کی قبر کے گھر سے میں عذاب کا ذکر کیا ہے وہ لوگ
انہوں نے اس بات کو بھی پکڑا ہے اور ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات لا کربیات کیا کہ احمد بن حنبل کی بات سے منکر ہے ملاحظہ کو

حدثني يحيى قال حدثنا وكيع عن اسمعيل بن ابي حله

عن عامر عن مسروق قال قلت لعائشة يا أمته هل رأى محمد ربه فقالت لقد رأيته شعري مما قاله

ابن انت من ثلاث من حدثكهم فقد كذب من حدثك ان محمدا رأى ربه فقد كذب ثم قرأت

لا تدرك الأبصار وهو يدرك الأبصار وهو اللطيف الخبير وما كان لبتير أن يكلمه الله إلا وحيا أو

من وراء حجاب ومن حدثك انہ يعلم فاني قد قرأت وما تدري نفس فاذا تكلم

علا ومن حدثك انہ كتم فقد كذب ثم قرأت لا ينطق الرسول بلغم ما أنزل إليك من ربك الآية

ولكنه رأى جبرئيل في صورته مرتين

اس سے قبل کبیل اللہ کے شانہ شریعہ یافتہ وی این تیر کے حوالے سے بتایا جا چکا ہے کہ احمد بن حنبل قونیات کے قائل
ہیں جنہیں بلکہ کھانجی کرتے تھے اور اب احمد بن حنبل کا قونیات کے سلسلہ میں ثبوت اور عمل کتاب مسائل احمد بن حنبل روایت ابنہ عبداللہ
بن احمد میں سے آپ کے سامنے ہے ملاحظہ ہو۔

کتاب التعمیلة للفرع والحمی والمرأة إذا عسر علیها الولادة

مبائل
الامانة بن محمد
روایة ابنه
عبداللہ بن احمد

۱۶۲۲ - حدثنا : قال : رأيت أبي يكتب التعاویذ للذي یفرع ،
وللحمی لأعله وقرباته ، ويكتب للمرأة إذا عسر علیها الولادة، في جام " او
فی " لطیف ، ويكتب حديث ابن عباس " ، إلا أنه كان يفعل ذلك عند
وقوع البلاء ، ولم أره يفعل هذا قبل وقوع البلاء ، ورأيتہ يعود في الماء
وشریه المريض ، ويصب على رأسه منه

تحقیق
زہیر الشاویش

۱۶۲۳ - حدثنا : قال : قرأت على أبي - رحمه الله - يعلى بن عبيدة " ، قال :
حدثنا سفيان ، عن محمد بن أبي لیل ، عن الحكم ، عن سعيد بن جبير ،
عن ابن عباس قال : إذا عسر على المرأة ولادتها فلتكتب : بسم الله القوي " لا
إله إلا هو " الحليم الكريم ، سبحان الله رب العرش العظيم ، الحمد لله رب
العالمين ، " كأنهم يوم يرون ما يوعدون لم يلبثوا إلا ساعة من نهار بلاغ
فهل يهلك إلا القوم الفاسقون " قال أبي : وزاد فيه وكيع : وينضح ما
دون سرتها .

الصفحة الأولى

عکس عبارت مسائل احمد روایة ابنہ عبداللہ بن احمد ۳۴۸۰ ۳۴۸۱

ترجمہ :- قویہ لکھا ، گھنچن کے لئے ، بخار کے لئے اور خاتون کے عسر ولادت کے لئے :-
عبداللہ بن احمد نے کہا میں نے اپنے والد کو تعویذ لکھتے دیکھا اس کے لئے جو گنجائوتا بخار کے لئے
اپنے گھر والوں اور قرابت داروں کے لئے اور تعویذ لکھتے خاتون کے لئے پیالہ میں عسرت ولادت کے لئے یا کسی دوسری شے لطیف پر اور وہ
" لکھتے ابن عباس کی حدیث سوائے اس کے کہ وہ مصیبت کے واقعہ ہونے کے قریب ایسا کرتے تھے اور میں نے ان کو مصیبت کے
وقوع سے قبل ایسے کرتے ہوتے نہ دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ پانی میں تعویذ کرتے تھے اور اس کو مرہ بھی پی لیتا تھا اور اس میں پڑوسر پڑا لیتا تھا
عبداللہ بن احمد نے کہا میں نے اپنے والد کے سامنے پڑھا ابن عباس سے روایت ہے فرمایا کہ جب عسر ہو تو کو ولادت
وقت و شمار ہی ہو تو یہ لکھو۔

بسم الله الذي لا
إله إلا هو " الحليم الكريم ، سبحان الله رب العرش العظيم ، الحمد لله رب
العالمين ، " كأنهم يوم يرون ما يوعدون لم يلبثوا إلا ساعة من نهار بلاغ
فهل يهلك إلا القوم الفاسقون "

میرے والد نے کہا : اور وکیع نے یہ اضافہ کیا کہ پھر ولادت ہو جاتی تھی

مسائل احمد روایة ابنہ عبداللہ بن احمد ۳۴۸۰ ۳۴۸۱

پہلا خط نمائش

ساتھ گیارہ سو سال سے اس امر پر امتت کا اتفاق ہے کہ احمد بن حنبل
کا عقیدہ دنیاوی قبر میں سوال و جواب کے لئے روح لوٹتا ہے جانے کا ہے۔
ایسا تیمم ہو یا ابن قیمؒ دو کے حنبلی ہو یا الجہدیش سب کا اس پر اتفاق ہے

مُسلِمَان کی قَوْمِیَّت

تحریر: یفینٹنٹ (ریٹائرڈ) ارشد

نے اپنی مخلوق کے لئے زندگی گزارنے کے وسائل فراہم کئے۔ خالق بخیرِ بھ سے انسانی کردہ ہوں گو اقوام اور قبائل کی شکل میں مرتب کیا تھا وہ صرف ان کے درمیان باہمی تعاون اور تعاون کی فطری صورت ہی تھی۔ انسانوں کو چاہیے تھا کہ اپنے ہلکے اس احسان کا اعتراف کر کے اس کا شکر یہ ادا کرتے۔ مگر یہ ایک شیطانی سازش تھی کہ جس چیز کو اللہ کی بنائی ہوئی فطرت نے تعاون کا ذریعہ بنایا تھا۔ اسے تقاضا اور ستا فساد کا ذریعہ بنا لیا گیا اور پھر فزیتِ علم و مدد ان تک پہنچا دی گئی۔ اس کے لئے فلسفے وضع کئے گئے۔ مذاہب ایجاد کئے گئے۔ قوانین بنائے گئے۔ اخلاقی اصول صدیوں اس پر عمل کیا ہے۔ یسودیلوں نے اسی بنا پر اپنی اسرائیل کو اللہ کی چیدہ مخلوق ٹھہرایا۔ جیسے آج سید برادری والے اپنے لئے آل رسول کا سوا لے کر دوسروں سے عزت کرانے کے خواہشمند نظر آتے ہیں حالانکہ آل رسول ان کی اولاد نہیں بلکہ ان کے بہنوکار ہیں۔ ہندوؤں کے ہاں درنِ اشرم کو اسی قبیلے جنم دیا جس کی دوسے برہمنوں کی برتری قائم کی گئی۔ اونچی ذات والوں کے مقابلے میں تمام انسان نیچ اور ناپاک ٹھہرائے گئے اور شودروں کو انتہائی ذلت کے گڑھے میں چھینک دیا گیا۔ جیسے آج راجاؤں، گھباروں، سپہ سالاروں، جتوؤں، شیخ، بولاہوں، موچوں اور چمکوں کے حد بتیال کی گئی ہیں۔ کالے اور گھوسے کی تیز نے افریقہ اور امریکہ میں سیاہ نام لوگوں پر جو ظلم ڈھلائے۔ یورپ کے لوگوں نے براعظم امریکہ میں گھس کر ریڈ انڈین نسل کے ساتھ جو سلوک کیا اس کی تہ میں بھی یہی قصیدہ کار فرما رہا ہے۔ نازی جرمنی کا فلسفہ نسلیت اور نازوں کی برتری کا تصور پچھلے جنگِ عظیم میں جو کرشمے دکھائے گئے انہیں ننگے میں رکھا جائے تو آدمی یا سانی یہ اندازہ کر سکتا ہے کہ وہ کیسی زبردست اور تباہ کن گمراہی ہے جس کی اصلاح کے لئے قرآن مجید کی یہ آیت نازل

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ
(سورہ الحجرات آیت ۱۳)

ترجمہ: لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔ اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جانتے والا اور باخبر ہے۔ خالق کائنات نے اپنی آخری کتاب مقدس میں جو انسانوں کی ہدایت کے لئے اتاری گئی ہے۔ انسانوں کو نہایت اہم اور اصولی حقیقتوں پر خبر کیا ہے کہ تم سب کی اصل ایک ہے۔ ایک مرد اور ایک عورت سے تمہاری پوری لوح وجود میں آئی ہے اور آج تمہاری جتنی نہیں ہیں وہ درحقیقت ایک ابتدائی نسل کی شاخیں ہیں ایک ماں اور ایک باپ سے شروع ہوئی تھی۔ اور انہیں اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ہاتھ سے بنایا تھا۔ ایک ہی تمہارا خالق و مالک، ہر شکل کشا اور عجیب القوت ہے۔ لہذا وہی ایکلا مہربان چاہیے اور سب سے ایک ہی مادہ تخلیق سے تمہارے ہو۔ ایک ہی طریقے سے پیدا ہوئے ہو۔ یہ ٹھٹھا اور بڑھیا خاندان تمہارے خود بنائے ہیں اپنی اصل کے اعتبار سے ایک جیسے کے باوجود تمہارا قوموں اور قبیلوں میں تقسیم ہو جانا ایک فطری امر تھا۔ نسل بڑھنے کے ساتھ ساتھ یہ مشاغل و فائدہ ان بنے اور پھر خانہ آؤں سے قبائل اور اقوام وجود میں آئیں اور زمین کے مختلف خطوں کے حالات اور ضروریات زندگی مختلف ہونے کی وجہ سے مختلف بننے لگے۔ کسی نے کھجور سے بنائے کسی نے جوئے اور کسی نے سامان۔ لہذا یہ دور می نے کھیتی باڑی سنبھال لی۔ اور اس طرح مسلمانین

اللہ تعالیٰ نے نئی نور انسان کی ہدایت کے لئے ہر دور میں انبیاء بھیجے اور کتب جہاں ان میں جن میں بھی تعلیم تھی لیکن شیطان جو انسانیت کا کھلا اور جڑا دشمن ہے اس واسطے میں آگے آتا رہا اور انسان اس کے چکر میں آکر اپنے ہر بیان ملک کی ہدایت کو نہ صرف فراموش کرتے رہے بلکہ اس میں کھریٹ تک سے باز نہ آئے۔ اور توحید گندول کا کاروبار کرتے رہے جو کہ شرک ہے۔ اس کے بعد بھی اللہ کی رحمت نے منہ نہ موڑا بلکہ اپنے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے تعلیم دی اور جو کتاب آماری اس کی حفاظت کا ذمہ خود لے لیا۔ یہ تعلیمات صرف الفاظ کی حد تک ہی محدود نہیں رہیں۔ بلکہ اسلام نے ان کے مطابق اہل ایمان کی ایک عالمگیر سرحدی علامت قائم کر کے دکھادی جس میں رنگ، نسل، زبان، وطن اور قومیت کی کوئی تمیز نہیں۔ جس میں اونچے نیچے اور چھوٹے بھارت اور تقریقی و تعصب کا کوئی تصور نہیں۔ جس میں تمام انسان بالکل مساویانہ حقوق کے ساتھ شریک ہو سکتے ہیں۔ اور ہوتے ہیں۔ اسلام کے حقیقی بنک گویہ تسلیم کرنا پڑا ہے کہ انسانی مساوات اور وحدت کے اصول کو جس کامیابی کے ساتھ مسلم معاشرے میں عملی شکل دی گئی اس کی کوئی نظیر دنیا کے کسی دین اور کسی نظام میں نہیں پائی جاتی۔ صرف اور صرف اسلام ہی وہ دین ہے جس نے دینے زمین کے تمام گوشوں میں بھلی ہوئی بے شمار نسلوں اور قوموں کو ہلا کر ایک امت بنا دیا ہے۔

یہ حقائق جو قرآن کی مختصر آیات میں بیان کئے گئے ہیں۔ رسول اللہ نے ان کو اپنے مختلف خطبات اور ارشادات میں زیادہ واضح کر کے بیان فرمایا ہے۔ نوح کے موقع پر طواف کعبہ کے بعد آپ نے تقریر میں فرمایا :-
الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَذْهَبَ عَنْكُمْ عِبَادَةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَتَكْبَرُهَا - يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْهَبُوا عَنِ الْإِسْلَامِ بِيْرَتِي كَسِرْبِ عَلَى اللَّهِ وَمَنْ جَرَّ شِقْقِي هَلَيْكَ اللَّهُ النَّاسُ كُلُّهُمْ بَنُو آدَمَ وَ خَلَقَ اللَّهُ آدَمَ مِنْ تَرَابٍ - (تیسری قرآن شعب الایمان - ترجمہ)
 ترجمہ :- شکر ہے اس اللہ کا جس نے تم سے جاہلیت کا عیب اور اس کا تکبر دور کر دیا ہے۔ لوگو! تمام انسان بس دو ہی تھوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ ایک نیک اور پرہیزگار جو اللہ کی نگاہ میں عزت والا ہے۔ دوسرا فاجر اور شقی جو اللہ کی نگاہ میں ذلیل ہے۔ دوسرے انسان آدم کی اولاد ہیں۔ اور اللہ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا تھا۔

جنت اور اٹھ کے موقع پر فرمایا :-

لوگو! خیر دار تم سب کا رب ایک ہے۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر اور کسی گویے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گویے

ہوئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ اصل چیز جس کی بنا پر ایک شخص کو دوسروں پر فضیلت حاصل ہے وہ یہ ہے کہ وہ دوسروں سے بڑھ کر اللہ سے ڈرتے والا۔ برائیوں سے بچنے والا اور نیکی و پاکیزگی کی راہ پر چلنے والا ہو۔ ایسا آدمی خواہ کسی نسل، قوم اور ملک سے تعلق رکھتا ہو، اپنی ذاتی خوبی کی بنا پر قابلِ قدر ہے۔ اور جس کا حال اس کے برعکس ہو یعنی اللہ سے نہ ڈرتے والا یا اللہ کے ساتھ کسی اور سے بھی ڈرتے والا کسی اور کا شکر یہ ادا کرنے والا اور غائبانہ مافوق الاسباب مدد کے لئے پکارتے والا۔ جیسے آج یہ کلمہ گو بکارتے ہیں۔ یا علی مدد۔ یا رسول مدد۔ اور غیر اللہ کے نام کی نذر دینا کرتے ہیں۔ گیارہویں اور میلاد کی شکل میں حکم اور جھڈوں کی شکل میں تو ایسے لوگ بہر حال پست درجہ کے انسان ہیں چاہے وہ کالے ہوں یا گویے، خوب صورت ہوں یا بد صورت۔ مرد ہوں یا عورت۔ مشرق کے ہوں یا مغرب کے۔ اللہ نے ان کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۝ ثُمَّ رَدُّوْهُۥٓ أَسْفَلَ سَفِلٰٓتٍ ۝ اَلَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَیْرُ مَعْنُوْنٍ ۝

ترجمہ :- ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا۔ پھر اسے اٹا پھیر کر ہم نے سب نیچوں سے نیچ کر دیا سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کہ ان کے لئے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر ہے۔ (التین : ۳ - ۶)

آپ اگر غور کریں تو یہ بات واضح ہے کہ اللہ نے پوری انسانیت آدم علیہ السلام سے لے کر یوم قیامت کے آخری انسان تک ان میں سے صرف ان لوگوں کو ذلت و رسوائی سے مستثنیٰ قرار دیا ہے جنہوں نے ایمان قبول کر کے نیک اعمال کئے ہیں تاکہ کسی نبی، ولی، شہید یا کسی دولت مند اور اونچے خاندان سے نسبت کی وجہ سے کیونکہ ہر انسان کے امتیاز سے تمام انسان ایمان لیں۔ ان کا پیدا کرنے والا ایک ہے۔ ان کے نفع و نقصان کا مالک اور مشکل کشا ایک ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور کا احسان نہ کبھی رہا ہے اور نہ رہے گا۔ لہذا مشکل میں اسی سے براہ راست بغیر کسی واسطے وسیلے کے دعا مانگنی چاہیے۔ اور نعمت ملنے پر صرف اسی کا شکر یہ ادا کرنے کے لئے نذر نیا ترک کرنی چاہیے جو کہ مالی عبادت ہے۔ چونکہ انسان کا مادہ پیدائش ایک ہے اور ان سب کا نسب ایک ہی ماں باپ تک پہنچتا ہے۔ علاوہ بریں کسی شخص کا کچھ خاص ملک، قوم یا برادری میں پیدا ہونا اللہ کی مشیت ہے جس میں انسان کے اپنے ارادہ و انتخاب اور اس کی اپنی سعی و کوشش کا کوئی دخل نہیں ہے۔ لہذا کوئی معقول وجہ نہیں کہ اس لحاظ سے کسی کو کسی پر فضیلت حاصل ہو۔

ظالم کون ہو گا جو اللہ پر بھروسہ کرے۔ اب جب کہ تم ان سے اور
معبودانِ غیر اللہ سے بے تعلق ہو چکے ہو تو چلو اب فلاں فلاں چل کر پناہ کو
تمسار رہتے تم پر اپنی رحمت کا دامن وسیع کرے گا اور تمہارے کام کے لئے
مرد و سامان مہیا کرے گا۔ (الکاف ۱۳ - ۱۶)

دنیا کی تاریخ گواہ ہے کہ نبی کا م آج سے سات سو سال پہلے
عرب کے جوان بہت مردوں اور عورتوں نے کیا اور مدینہ میں مسلم بنیاست
وجود میں آئی۔ یہ اور بات ہے کہ انہوں نے کبھی بھی یوم مدینہ نہ منایا جیسے
آج کل یوم یومین، یوم بھارت اور یوم پاکستان منایا جاتا ہے کیونکہ وہ وطن
پرست نہ تھے۔ اور جانتے تھے کہ اسلام میں اس کی کوئی اہمیت نہیں رہے
بلکہ شدت کے ساتھ اس سے منع کیا گیا ہے اور اسلام کسی مخصوص خطہ
زمین کا مذہب نہیں بلکہ یہ اللہ کا دین ہے اور ساری کائنات کا مذہب
ہے۔ اسلام کی نظر میں مسلمان کا کوئی وطن نہیں ہے سوائے اس جگہ کے جہاں
صرف اللہ کا قانون نافذ ہو۔ اور لوگوں کے آپس میں معاملات اور رشتے
ناٹے اور دوستیاں صرف اللہ کی خوشنودی کے لئے ہوں۔ مسلمان کی کوئی
قوم نہیں ہے مگر وہ جس کا بنیادی عقیدہ یہ ہو کہ اللہ کے علاوہ کوئی بھی معبود
نہیں ہے۔ اور یہ کہ انبیاء و شہداء اور اولیاء اور صالحین اللہ کی ذات اور
صفات میں ذرہ برابر شریک نہیں ہیں۔ بلکہ یہ سب اللہ کے بندے اور
غلام ہیں۔ کوئی اس کی ذات کا شریک نہیں۔ اس کی کوئی اولاد نہیں اور نہ
ہی وہ نور کا ہے۔ وہ تو بے مثل ذات ہے اور نور اس کی مخلوق ہے۔
یہ عقیدہ رکھنے والا مسلمان ہے چاہے اس کا تعلق کسی بھی قوم و خطہ زمین
سے ہو۔ اس حیثیت سے اس خطہ زمین کے اندر رہنے والی جماعت مسلم
کا ایک رکن ہے۔ مسلمان کو اپنے ماں باپ۔ بہن بھائی۔ بیوی بچوں اور
خاندان سے دلچسپی نہیں ہو سکتی۔ جب تک ان کے اندر وہ بنیادی اور
اولیٰ رشتہ قائم نہ ہو جو ان سب کو اپنے مالک سے جوڑتا ہے جو انسانوں
کا یادگار رشتہ ہے۔ جیسا کہ فرمایا :-

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو سیتے بالچوں اور بھائیوں کو بھی اپنا
رفیق نہ بناؤ۔ اگر وہ ایمان پر کھڑے نہ ہوں گے۔ تم میں سے جو ان کو دوست
بنائیں گے وہی ظالم ہوں گے۔ (توبہ ۳۳)

اللہ کے نزدیک ایمان بالقرآن ہی وہ رشتہ ہے جو ایک دوسرے
میں حقیقی محبت پیدا کرتا ہے۔ جب ایمان اور عقیدہ کا رشتہ قائم ہو جاتا
ہے تو نسب و رشتہ نہ بھی ہوں تو اللہ کے ارشاد کے مطابق :-
”اَشْعَا الْمَوْتَمِنُونَ اَنْخَوْتُمْ بِمَنْ تَمَآ اَهْلَ اِيْمَانٍ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
(الحجرات آیت ۱۰)

وہ مری بگڑ فرمایا اور (وہ اللہ ہی تو ہے جس نے مومنوں کے دل

پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے۔ مگر تقویٰ کے اعتبار سے اللہ کے نزدیک
تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار
ہو۔ بناؤ جس نے تمہیں بات پہنچا دی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ
فرمایا :- اچھا تو جو موجود ہے وہ ان لوگوں تک یہ بات پہنچائے جو موجود نہیں
ہیں۔ (کتا صاف پیغام دیا کہ جس پر کلمہ موجود نہیں ہوں اور نہ ہوں گا)

(مہتممی)

ایک حدیث میں آپ نے فرمایا :- تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم
مٹی سے پیدا کئے گئے تھے۔ لوگ اپنے آباؤ اجداد پر غر کرنا چھوڑ دیں ورنہ وہ
اللہ کی ننگہ ہیں ایک حقیر کشتی سے زیادہ ذلیل ہوں گے۔ (بخاری)
ایک اور حدیث میں فرمایا :- اللہ قیامت کے روز تمہارا حسب
نسب نہیں پوچھے گا۔ اللہ کے ہاں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو
سب سے زیادہ پرہیزگار (اللہ سے ڈرنے والا) ہو۔ (ابن جریر)
ایک اور حدیث میں ہے :- اللہ تمہاری عورتوں اور تمہارے مال کو
نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔

(مسلم - ابن ماجہ)

اسلام انسان کو وطن پرستی اور قوم پرستی اور خون کے رشتوں سے
پہلے اس اولین رشتے سے جوڑتا ہے جو ان سب کو اپنے مالک سے جوڑتا
ہے۔ اگر انسان کا اپنے مالک و خالق سے عائد و معبود کا غلام و آقا کا
رشتہ مضبوط نہیں تو خون کے رشتوں اور علاقائی تعلق کی کوئی حقیقی اہمیت
نہیں رہتی۔ جیسا کہ قرآن میں فرمایا :-

”اے میرے بندو! جو ایمان لائے ہو میری زمین وسیع ہے پس تم
میرے ہی بندگی بجالاؤ۔ (سورت المائدہ) اللہ کی نظر میں ملک و
قوم اور اہل و عیال پر قربان کیا ہوا ایمان کسی صورت بھی قابل قبول نہیں ہے
بلکہ ایمان کا تعنا یہ ہے کہ اسے بچانے کے لئے ملک و قوم اور اہل و عیال تک
کو اس پر قربان کر دیا جائے۔ قرآن اولیٰ کے بہت وردوں نے یہ کرا کھلا ہے
سورت الکہف میں فرمایا :- توبہ ۱۔

وہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لے آئے تھے اور ہم نے ان کو
ہدایت میں ترقی بخشی تھی۔ ہم نے ان کے دل اس وقت مضبوط کر دیئے
جب وہ اچھے لڑکوں نے اعلان کر دیا کہ ہمارا رب تو ایسے وہی ہے
جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے۔ ہم اسے چھوڑ کر کسی دوسرے معبود کو (مشکل
کشتی و حاجت روائی کے لئے) نہ پکاریں گے۔ اگر ایسا کریں گے تو بائبل
بے جا بات کہیں گے۔ یہ ہماری قوم تو رب کائنات کو چھوڑ کر دوسرے (اللہ
(میں بخش)۔ دستگیر۔ داتا عزت۔ مشکل کشتی اپنا چلی ہے۔ یہ لوگ اپنے
اس عقیدے پر کوئی واضح دلیل نہیں لائے۔ آخر اس شخص سے بڑا

لے شہر ان کو نہ بچا سکے اور دونوں عورتوں کو حکم دیا گیا کہ جاؤ دوسرے لوگوں کے ساتھ تم بھی جہنم میں داخل ہو جاؤ۔ اور اہل ایمان کی نصیحت کے سلسلے اللہ فرعون کی بیوی کی مثال دیتا ہے جب کہ اس نے دعا کی۔ اے میرے پروردگار میرے لئے جنت میں اپنے پاس ایک گھر بنا اور مجھ کو فریون اور اس کے کردار بد سے نجات دے اور مجھے ظالم لوگوں سے بھی نجات دے۔

قربان جائیے ایک خاتون کے حوصلے پر کہ فرعون سے ظالم بادشاہ کے سامنے عرف اللہ کے عہد سے پر اور اس کے وقار کے لئے ذات حق حیات بہت اے لوگوں پر جو ایمان کا دعویٰ بھی کریں اور اس ایمان کو دوسروں کے سامنے پیش کرنے سے کتراتیں اور عذر یہ پیش کریں کہ بھائی بھائی کا معاملت۔ لوگ کیا گیس گئے۔ برادری کی خوشی مٹی تو نہیں چھوڑی جاسکتی اس طرح دنیا کے کام نہیں چلتے۔ تو مالک کہتا ہے کہ تم قریب کار لوگ ہو کبھی دنیا کے کام بھی رکے ہیں۔ تمہارے اندر کے لوگ کہیں ایسی مثالیں پیش کر چکے ہیں کہ۔ تم سے پہلے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں نے ایسا ہی کیا تھا۔ ان سے پہلے اصحاب کہف نے ایسا ہی کیا۔ اور ان سب لوگوں کے کوئی انوکھا کارنامہ انجام نہیں دیا تھا بلکہ صدیوں پہلے میری راہ کے مسافروں نے بھی یہی کیا تھا کیونکہ اس کے علاوہ کوئی بھی دوسرا طریقہ اور راستہ اللہ کی طرف سے نہیں ہے۔

سورۃ ممتحنہ آیت : ۴

ترجمہ :۔ بے شک تمہارے لئے ابراہیم اور اسم کے ساتھی بہترین نمونہ ہیں جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے دو لوگ کہہ دیا کہ ہم کو تم سے اور جن کی تم اللہ کے سوا بتائی کرتے ہو ان سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ ہم تمہارے (معبودوں اور شرکیہ عقائد) کو بالکل نہیں مانتے اور ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لئے کھلم کھلا عداوت اور دشمنی قائم ہو چکی ہے یہاں تک کہ تم صرف اللہ پر ایمان لے آؤ۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ یہی رویت اسلامی انقلاب کا واحد طریقہ کا ہے اور یہ صرف اتفاق کی حد تک محدود نہیں بلکہ اللہ نے ہر دور میں پھر لے یا بڑے پیمانے پر اسے عملی جامہ پہنا کر دکھایا ہے۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اللہ کی اسی سنت کے مطابق اسلامی انقلاب کی تحریک کا آغاز کیا تو ہزاروں مسائل کو چھوڑ کر صرف ایمان باللہ کی بنیاد کے اوپر قوم کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ تیرہ سال کی دور میں ایک بڑی ہوئی مسلمان قوم کو ایمان کی دعوت دی گئی جو اپنے آپ کو دین ابراہیمی پر سمجھتے تھے۔ پھر اس راستے میں کیا کچھ نہیں بیت گیا۔ لیکن وہ اللہ کے بندے تھے۔ جسے اللہ یا اللہ کی مدد سے ایک مثالی معاشرہ وجود میں آیا۔ جس کے قیام کے طریقہ کار کو قیامت تک کے لئے اللہ نے پسند

ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دیئے ہیں۔ اے محمد اتم روئے زمین کی ساری دولت بھی خرچ کر ڈالتے تو ان لوگوں کے دل نہ جوڑ سکتے تھے مگر وہ اللہ ہے جس نے ان لوگوں کے دل جوڑے۔ یقیناً وہ بڑا زبردست اور دانا ہے۔ (انفال ۶۳)

قرآن میں قحط انداز سے مثالیں جسے گم سمجھا یا گیا ہے کہ اصل رشتہ ایمان کا ہے اور صرف مذہبی مرشستہ ابدی زندگی میں برقرار رہے گا۔ رسول اللہ کے فرمان کے مطابق جب اللہ کے لئے محبت اور صرف اللہ کے لئے بغض اور دشمنی ہو جائے تو ایمان مکمل ہو جاتا ہے۔ ایمان کے مقابلے میں خونی رشتے کے بے وقعت ہونے کی مندرجہ ذیل مثالیں دی جا رہی ہیں۔ لہذا ایک مومن کو کوئی رشتوں، برادری اور سرزمین کی خاطر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول نہیں لینی چاہیے۔

سورۃ ہود آیات : ۴۵، ۴۶، ۴۷

ترجمہ :۔ اور نوح نے اپنے رب کو پکارا۔ کہا اے رب میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے کہ تیرے گھر والوں کو پکا لوں گا اور تو سب مانگوں سے بڑا اور بہتر قائم ہے۔ جواب میں ارشاد ہوا۔ اے نوح ! وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے۔ وہ تو ایک کفر کا ہوا کام ہے لہذا تو اس بات کی مجھ سے درخواست نہ کر جس کی حقیقت تو نہیں جانتا۔ میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے آپ کو جانوں کی طرح نہ بنائے۔ نوح نے فوراً عرض کیا۔ اے میرے رب میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اس سے کہ وہ چیز تجھ سے مانگوں جس کا مجھے علم نہیں۔ اگر تو نے مجھے محاف نہ کیا اور رحم نہ فرمایا تو میں برباد ہو جاؤں گا۔

سورۃ بقرہ آیت : ۱۲۴

ترجمہ :۔ اور یاد کرو جب ابراہیم کو اس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا اور وہ ان سب میں پورا اتر گیا تو اس (اللہ) نے کہا کہ میں تجھے سب لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔ ابراہیم نے عرض کیا اور کیا میری اولاد سے بھی یہی وعدہ ہے۔ اس نے جواب دیا میرا وعدہ ظالموں کے لئے نہیں ہے

سورۃ صافات آیت : ۳۸

ترجمہ :۔ ابراہیم نے کہا میں آپ لوگوں کو چھوڑتا ہوں اور ان بیٹیوں کو بھی جنہیں آپ لوگ اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو۔ میں تو صرف اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں گا، امید ہے کہ میں اپنے رب کو پکار کر نامراد نہ ہوں گا

سورۃ تحریم آیت : ۱۰، ۱۱

ترجمہ :۔ کافروں کی بہت سے لڑکیاں اللہ تعالیٰ کی عورت اور لوط کی عورت کی مثال دیتا ہے۔ یہ دونوں عورتیں ہمارے بندوں میں سے دو بندوں کے نکاح میں تھیں۔ ان دونوں نے ان سے خیانت کی مگر اللہ کی عورت سے دونوں

فرمایا۔ اور اس قائد اعظم کی زندگی کو قیامت تک کے لئے ایک نمونہ بنونے کا شرف بخشا۔

لیکن شیطان کو یہ سب گوارا نہ تھا کہ انسانیت خالص اللہ کی بندگی کرے جس کے لئے اسے یہ یاد کیا گیا ہے۔ اس ازل دشمن نے مالک کے دربار میں چیلنج کیا تھا کہ مجھے یوم جزا تک صلت دے تو میں ثلاث لڑوں گا کہ اکثریت تیری ناکھڑا کر رہوں گی۔ سوائے تیرے خالص بندوں کے۔ مالک نے جواب دیا تھا کہ یہ سیدھا راستہ (اصراطِ مستقیم) ہے یعنی صرف میری خالص بندگی کا۔ اس سے ہٹ کر جو چلے گا تو تیرے سمیت اس جہنم کی خوشخبری ہے۔ تو کچھ عرصہ تو اس کی نہ چلی جب تک رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے تربیت یافتہ موجود رہے۔ لیکن تیسری صدی ہجری میں ایک عالم نے قرآن کے خلاف یہ عقیدہ پیش کیا کہ قبروں میں مرنے کی روح واپس آجاتی ہے۔ پھر کیا تھا۔ یہ نظریہ پھیلتے پھیلتے یہاں تک پہنچا کہ آج ایک ہر طرف غیر اللہ کی پکاراوردہائی سننے میں آتی ہے۔ یا بڑی گرفت کھری۔

علی الدین چشتی، پارلنگ کشتی، یا داتا گنج بخش۔ یا علی بدو۔ پھر دہلی میر کی فاتحہ۔ اور دب کو ہاکل فراموش کر دیا گیا۔ اور اگر اس سے کچھ مانگا بھی گیا تو مشرکانہ طریقے سے کہ اپنے نبی کے صفت حسن حسین کے حد سے۔ پھر مسند میلے لگے۔ قبر میں پکی کی ٹیس۔ مزار و گنبد بنائے گئے۔ تعویذ گندے کے بیوپار کی میدان میں آئے اور شرک کی ٹیکڑیوں اور کارخانوں کے مالک بنے اور دینداری نے خالص دکانداری کی شکل اختیار کر لی۔ اور اجارہ دہ پیمان دین کے ذریعہ کمانے کھانے لگے۔

اس اکیلے مالک کا مزار شکر کہ اس کی رحمت پھر بھی نہ روکتی۔ اور ایک بار پھر سادوں کی گھٹائیں کر پڑیں۔ کہ اس کے گزرنے دو در میں اپنے ایک بندے کو علم و عمل کی توفیق بخش جو دعوتِ اسلامی کو عملی جامہ پہنانے کے عزم کوئے کر اٹھا۔ تمام فریب کاروں کے منہ بند کر دیئے جو کہتے ہیں کہ اب انبیاءؑ الی دہو۔ اٹھنا ممکن نہیں ہے۔ مصلحت سے کام لے کر پیچھے ہٹ کر خالص کر لو پھر اسلامی خون نہ نہ کرو چاہے اس کے لئے قبروں پر چاروں چڑھا کر کفر و شرک اختیار کرنا پڑے! تو اس اللہ کے بندے نے گلیوں بازاروں، بیہوش ٹریڈ اور ہرج و مرج، الجھن و اتحاد کی مبارک آفاقی آواز کو بلند کیا اور اس کے لئے اپنی جان و مال کو پیش کیا اور قوم کو خیردار کیا کہ شرک کی دجہ سے ایمان تھا رہا ہوا ہے ظالمو! واپس لوٹو۔ یہ تقریباً بیس سال پہلے ڈاکٹر مسعود الدین عثمانیؒ کی آواز تھی۔ سیدہ وھیں اسے قبول کرنے لگیں۔ اور دن رات کی جاسٹیک مخلص سخت سے رنگ و نس اور زبان و قومیت سے پاک تنظیم قائم کر دی اور اس نے ملک کے ہر علاقے میں قدم جمائے۔ اور اب اپنے مالک کے

بتائے ہوئے طریقے کے مطابق اس نچڑی ہوئی مسلمان امت کو ایمان کی دولت دی جا رہی ہے۔ کیونکہ اس تنظیم کی بنیاد ہی عاقبت کے گھڑاؤز اللہ پر ایمان پر رکھی گئی ہے کہ لوگو! اللہ پر ایمان لائے سے پہلے طاقت و زور دکھا کر دے دلے مولوی، پیر، صوفیاء وغیرہ۔ تعفیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ ڈاکٹر صاحب کی کتاب (ایمان خالص سطر اول و دوم) کا کھل کر کفر کرو۔ تب تمہارا ایمان اللہ کے ہاں مشرف قبولیت حاصل کرے گا۔ تو جہاں اللہ کے قلعے بندے آخرت کے سچے طلب کار اس تنظیم میں شامل ہوتے ہیں کچھ طاقت کے پرستار بھی ایمان کی لذت لینے کے لئے شامل ہوتے ہیں لیکن مالک نے ایک جم میں دو دل تو نہیں رکھے کہ ایک دل میں مالک کی محبت اور دوسرے میں طاقت سے پیادہ اور گامڑی چلتی رہے! جب یہ

بوندہ سکا اور نادان ایک ہی دل میں مالک اور طاقت کی محبت کو جمع کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ بول گئے کہ ایک وقت میں آدمی مومن ہو تب یا کافر۔ یہ سوچے کچھ منصوبے کے تحت اس تنظیم میں شامل ہوئے کہ پہلے اپنی شخصیت کو نواؤ۔ پھر جب کم علم والے لوگ انھیں بندہ کر کے ہمارے پیچھے چنا شروع کر دیں تو اپنے اصلی مشن یعنی طاقت کے دفاع کے لئے اپنی جان و مال سے جہاد کرو۔ لیکن جیسے جیسے انہیں پتہ چلتا گیا اور۔۔۔ یقین ہوتا گیا کہ ان کے منصوبے کا رگرتنا بت نہیں ہو سکتا تو وقتاً فوقتاً راہ ہٹا کر اختیار کرتے رہے اور تنظیم ایسے گندے انڈوں سے پاک ہوتی رہی اور سچے ایمانداروں کے ایمان میں اور زیادہ اضافہ ہوتا رہا۔ اور دل ٹھک گیا کہ مالک کی بات سچی ہے کہ میں بچوں اور جہولوں کو علیحدہ کر کے رہوں گا۔ اور یہ بھی مالک کی عظیم نعمتوں میں سے ایک ہے۔ اب ہمیں جہاں دعوت الی اللہ کے کام کو تیز اور منظم کرنا ہے وہاں ان آسمان کے سائیکلوں پر بھی گڑی لٹکا رکھنی ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ ہم مسلمانوں میں دن رات اختلاف کے خواباں ہیں اور اس کے لئے دھائیں مانگتے ہیں لیکن توقف میں درہم برابہر تبدیلی کے لئے تیار نہیں ہیں۔ چاہے پوری زندگی میں ایک ہاتھ بھی ہمداری حمایت کے لئے نہ اٹھے۔ اللہ گواہ ہے کہ کسی سے بھی ذاتی دشمنی ہے نہ دلچسپی۔ صرف اور صرف اپنے آپ کو جہنم کی دہکتی ہوئی آگ سے بچانے کی فکر ہے۔ ہمارا مالک ہم سے زیادہ اپنی مخلوق کا خیر خواہ ہے۔ اس نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ اپنے دین اسلام کو غالب کر کے لے گا۔ کیا عجیب کہ ہم نے مالک وہ کام ہے۔ اس لئے خوب سوچ بچ کر ساتھ چلیں۔ یہ مساطحین کوئی کاتیں ہے۔ یہ ایمان ہے کوئی بیرتن تو نہیں کہ جب جی میں آیا پس پا اور جب جی میں آتا جائے اسار چھینکا۔ آپ ساتھ چل کر تو دیکھیں کہ اگر کوئی ذاتی غرض ہو یا آخرت کے علاوہ کوئی اور مقصد ہو تو پھر کتنا۔ ہمارا کسی فتنے سے تعلق نہیں ہے۔ ہم صرف اور صرف مسلمان ہیں۔ وہانی۔ ولونیدی۔ بریلوی

مشیدہ۔ الحمد للہ تو ان فرقوں کے اپنے رکھے ہوئے نام ہیں۔ جن کا قرآن و حدیث سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہمارے ساتھ اگر کوئی ایسا آدمی شامل ہو جو دنیا والوں کی نظر میں نیکے طبقے کا ہو تو ہمارے ہاں اس کے لئے عزت ہے کیونکہ ساری کی ساری عزت اللہ کے لئے ہے۔ اس نے اپنے رسولوں اور ان کے ماتبینوں کو عزت دی، صرف ایمان کی وجہ سے۔ اور جسے مالک ایمان کی وجہ سے عزت دے وہ ہمارے ساتھ ہے اور جسے مالک ذلیل کر دے اور طاقت پرست بنائے چاہے وہ زندہ ہو یا مر چکا ہو تو خواہ دنیا والے اسے عزت دینے کی کوشش کریں، ہم اسے ذلیل نہیں گئے۔ طاقت سے باپ مالک کا جبر ہے اور باپ کی طرح اگر کوئی ایسا آدمی ہمارے ساتھ شامل ہو جو دنیا والوں کی نظر میں اپنے طبقے کا ہو تو اسے ہمت کر کے اپنے اس ناتینت کے بت کو توڑنا ہوگا۔ تاکہ اللہ کی راہ کے یہ دلوں نے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر استقامت کے ساتھ دعوت الی اللہ کے مرحلے سے گزر کر اللہ کی رحمت کے اعلیٰ مرحلہ تعالیٰ سے مل سکیں اور جان کی آخری بازی کھیلیں۔ مالک کا کہنا ہے کہ ہم بیان ملک لے چاتے ہیں۔ تم سے مذاق سمجھا ہے۔ یہ کوئی بداری کا کھیل نہیں ہے۔ ہمارے ہاں ایسے غریب اور ادنیٰ طبقے کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ صرف خالص ایمان کی شرط ہے اور ایمان یہ کہ طاقتوں سے ساز باز نہ کی جائے ان کے منہ کے اوپر حق دو۔ پھر اللہ پر ایمان لاؤ اور حق کی زندگی کو نو نہ بنانے کی کوشش کرو۔ کوئی بھی ہو تو اللہ سے معافی مانگو۔ اس کے سامنے روؤ۔ گڑ گڑاؤ۔ اپنی خواہشات کے مطابق دین کو نہ تو بدلو اور طاقت تو نہ جو جسے دیتے ہیں جن کا پول کتابوں میں کھول دیا گیا ہے۔ آپس میں ربط رکھو اور ایک دوسرے سے محبت کرو۔ صرف ایمان کی وجہ سے اور اللہ کے لئے آپس میں رشتے بنائے کرو۔ یہ بہت ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں ایک غلط فہمی کو رفع کر دینا بھی ضروری ہے شادی بیاہ کے معاملہ میں اسلامی قانون کو جو اہمیت دیتا ہے اس کو بعض لوگ اس معنی میں لیتے ہیں کہ کچھ برادریاں شریف ہیں اور کچھ کمزور ان کے درمیان مناکحت قابل اعتراض ہے لیکن دراصل یہ غلط خیال ہے اسلامی قانون کی رو سے شریعت کی حدود میں ایک مسلمان مرد کا مسلمان عورت سے نکاح ہو سکتا ہے مگر ازدواجی زندگی کی کامیابی کا انحصار اس پر ہے کہ زوجین کے درمیان عادات و خصائل۔ ہر زندگی اور معاشی و معاشرتی حالات میں زیادہ سے زیادہ مطابقت ہو تاکہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ اچھی طرح نباہ کر سکیں۔ یہی کتابت کا اصل مقصد ہے جہاں مرد اور عورت کا اس لحاظ سے بہت زیادہ بعد ہو وہاں عمر بھر کی طاقت بچھانے کی توقع کم ہی ہو سکتی ہے۔ اس لئے اسلامی قانون ایسے جوڑے کو ناپسند کرتا ہے کہ ان کے عادات و اطوار میں زیادہ سے زیادہ تین فرق و اختلاف ہو تو ازدواجی

زندگیوں کے کام ہو جائے گا زیادہ امکان ہوتا ہے۔ ہر حال مختصر یہ کہ شرک کو قبول کرنا اپنی جن پہنچی پہنچی ہے۔ بوائی ڈھکی ہے۔ اصل جائے۔ اس سے دنیا برباد ہوگی آخرت تو بچ جائے گی۔ اور ایک مومن سے بھی تو قہر ہے کہ وہ مشرک کو قبول نہ کرے گی۔ اور بہت درخیز ہیں یہ کر دیکھا ہے۔ اس کی تو بہت مثالیں موجود ہیں۔ بلکہ وہ اللہ کی بندیاں اپنے مالک کے وقار کے لئے ریاں تک گئی ہیں کہ اپنے محبوب ترین مشرک عمرو بن لوط کو چھوڑ دیا۔ اور اس قدر ان رب کے جسوں عزت دی کہ ایک عام مومنہ عورت سے اٹھایا اور دنیا کے جمیع مسلمان کے نکاحات میں لاکروڑ مومنین بنادیا۔ مالک سے بڑی امیدیں ہیں۔ بات کچھ طویل ہو چکی ہے۔ جیسا کہ دراصل مضمون ہی اس نوعیت کا ہے کہ ختم ہونے کو قریب نہیں چاہتا ہے۔ وسائل کی کمی کا سخت سے خیال آ رہا ہے کیونکہ ہم پرست و رسولی تو نہیں ہیں کہ صرف کھنے کے لئے لکھیں اور کسی محلے میں لوگوں سے پیسے وصول کریں۔ ہم تو سب سخت مزدوری کرتے ہیں اور حق معاش کی کمانی سے دینی خالص کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ اور مالک کو بھی یہی حکم ہے کہ صرف ایمانداروں کو پیسے راستے میں جان و مال سے جہاد کرنا چاہیے۔ اور مالک نے ہمیں موقع دیا ہے اور امتحان کے میدان میں لا ڈالا ہے اب اس بات کو بغیر کسی خوف کے دنیا والوں کے سامنے لانا ہے۔ اس کے لئے وقت نکالنا ہے۔ اب کوئی اور راستہ نہیں ہے۔ اب ہمارے راستے میں کوئی چیز آڑے نہ آئی چاہیے اور پہلے سے زیادہ سرگرم ہونا چاہیے۔ اور اگر ایسا نہ کیا گیا تو :-

ترجمہ :- اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہارے بھائیوں اور تمہارے عزیز واقارب اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور تمہارے وہ کاروبار جن کے مائدہ پر بنائے کا تم کو خوف ہے اور تمہارے وہ غنیمت تم کو پسند ہیں۔ تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے غریب نہیں تو اٹھو اور جہاد کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے اور اللہ فارسی لوگوں کی راہنمائی نہیں کیا کرتا۔ (توبہ ۶۴)

آخر میں میں اپنے لیے بھی اور ہمارے ایماندار ساتھیوں کے لئے ضرورت استقامت کی اور شہادت کی دعا کرتا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں کہ اپنی نمازوں میں کچھ بھول نہ جائیں گے۔ ایک بار پھر آپ کی توجہ قرآن مجید کی اس آیت کی طرف لے جانا چاہتا ہوں جس سے اس مضمون کا آغاز ہوا تھا۔ جس کے آخری حصہ میں نہایت ہی اہم اور بہت ہی قابل غور بات ہے کہ :-

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ حَيُّ الْقَيُّومُ
 فِي الْوَاتِقِ دَلِيلٌ عَلَى إِيْمَانِ الْوَاقِعِ وَأَنَّ الْوَاقِعَ لَا يَزُولُ

ہے۔ ان کو نیک و ناصح اصلاح کرنا چاہتا ہے اور کون فساد و سرور و تقویٰ کے
تہذیب و اصلاح کے لئے جانتا ہے کہ اسے کب سے غلامی میں چاہئے کہ ہم اصلاح
کرتا چاہئے۔ اس میں حقیقت میں یہی لوگ ہوتے ہیں جو فساد و سرور یا کرتے ہیں
ایسے لوگوں کے لئے مالک کا وعدہ ہے کہ دنیا میں بھی دولت ان کا مقصد ہے
اور آخرت میں بھی۔ یہ اور بات کہ مالک کسی پر رحم کرنا چاہے اور توبہ
کی توفیق دے اور وہ پلٹ آئے۔ دلوں کو پھیرنے والی ذات صرف ایک
اسی ہے۔ جو ہی جانتا ہے کہ فی الواقع کون ایک اصلی درجہ کا انسان ہے۔
اور کون اوجہات کے لحاظ سے ادنیٰ درجے کا ہے۔ لوگوں نے بطور خود اعلیٰ
اور ادنیٰ کے حرمیہ راہنہ رکھے ہیں یہ اللہ کے ہاں چلنے والے جہیز ہیں۔ سو
مکت ہے کہ جس کو دنیا میں بہت بلند مرتبہ کا آدمی سمجھا گیا ہو وہ اللہ کے
آخری فیصلے میں کم ترین خلافت قرار پائے۔ اور جو ستارے کہ جو ہیں
حقیر سمجھا گیا ہو وہ وہاں بڑا اور نچلا مرتبہ پائے۔ اصل اہمیت دنیا
کی عزت و ذلت کی نہیں بلکہ اس ذلت و عزت کی ہے جو اللہ کے ہاں
کسی کو نصیب ہو۔ اس لئے انسان کو مادی فکر اس امر کی ہونا چاہئے کہ
وہ اپنے اندر وہ مصلحتی اور مادی پیدا کرے جو اسے اللہ کی نگاہ میں عزت
کے لائق بنا سکے۔ مالک سے دعا ہے کہ اپنی عزت کے طفیل ہمیں دنیا و
آخرت میں عزت دار کرے۔ (آمین)

والحدیث

ہے اس کے نام سے آغا ز جو اللہ تعالیٰ ہے
بڑا ہی مہرباں ہے اور نہایت رحم والا ہے

صبر و شہادت گھوڑوں کی قسم جو ہنہیتاتے ہیں
چٹانوں میں شرر جواہری ٹاپوں سے اڑتے ہیں

وہی جو صحیح یوسف کرتے، گرد اڑاتے ہیں!
صفوں میں دشمنوں کی بے محابا جو در آتے ہیں

ہے بیشک اپنے رب کا سخت احسان ناشناس انسان
ان احسانوں کا شاہد گرچہ خود ہے ناسپاس انسان

بڑی شدت سے مال زر کی الفت میں گھرا ہے وہ
مال کار کیا ہوگا مہلک جانتا ہے وہ؟

اُسے کیا یہ نہیں معلوم اک ساعت وہ آئے گی
جو مرنے والوں کو قبروں سے باہر کھینچ لائے گی

دلوں کے راز ظاہر کر دیئے جائیں گے سب اس دن
یقیناً خوب واقف ہوگا اُن سے اُن کا رب اُس دن

بقیہ: لھو وعلیہ السلام

سورة الحاقة میں بیان کیا گیا تھا کہ غلام کو نہایت تیز
آندھلی سے ہلاک کر دیا گیا۔ جس کو اللہ نے ملت راتیں اور آٹھ
دن ان پر مسلط رکھا جس کے بعد وہ اس طرح گرنے پڑے نظر آتے
تھے جیسے سمجھ کے کھر کھلے تھے ہوں (آیات ۶-۷)
اس طرح قوم عاد کو اللہ کے مقابلے میں سرکشی اور تکبر کا روئے
اختیار کرنے اور ہود علیہ السلام کی دعوت و تبلیغ کے بعد جو اصلاح
پر آمادہ ہوئے کی یادداشت میں ہلاکت خیز عذاب سے دوچار ہوئے۔
جس سے صرف ہود علیہ السلام اور ان کے ایماندار ساتھیوں کو بچایا
گیا جبکہ باقی ساری قوم تباہ کر دی گئی۔ اس کے بعد انہی
اہل ایمان سے نسل انسانی کا سلسلہ آگے چلا۔
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن و حدیث کے مطابق
اصلاح اعمال کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے عذاب سے بچائے آمین!



تاریخ کے آئینے میں

اسماء بنت ابی بکر

تحریر: ام جاوید رزاقہ شام سوسائٹی، کراچی

اسماء رضی اللہ عنہا کا شمار تاریخ اسلام کی ان چند برگزیدہ خواتین میں ہوتا ہے جن کا ایمان و تقویٰ، ایثار و قربانی اور صبر و استقلال نے مسلمان خواتین کے سر فخر سے بلند کر دیئے۔ آپ کو صحابیات رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک امتیازی حیثیت حاصل تھی۔ آئینہ خرافات تاریخ کے آئینے میں ان سے ملاقات کریں۔

فی السلام میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں زبیر بن عوام کا نمایاں مقام ہے۔ ان کے چچا نے انہیں دھوکے سے دم گھونٹ کر اسلام سے روکنے کی کوشش کی لیکن یہ اللہ کی توفیق سے جگے جگے غزوہ اعراب کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر جب ہر قسم کے خطرات کا یہ دیرینہ مقابلہ کرتے ہوئے سمع و طاعت کی بہترین مثال پیش کی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بارے میں فرمایا ”ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور زبیر میرے حواری (مددگار) ہیں“۔ پھر غزوہ بنو قریظہ کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا ”قد انت الی و امی“ (مج سے ماں باپ تو پر قربان)۔ آپ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں (یعنی وہ ممتاز بہشتیان جن کا نام لیگر زبان نبوت نے جنت کی بشارت دی)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما جب مدینہ کی طرف ہجرت کے لئے روانہ ہوئے تو اسماءؓ نے سفر کا سامان تیار کیا۔ ان کے لئے کھانا تیار کر کے ایک چمچے کے تھیلے میں رکھا اور جلدی میں تھیلے کا منہ بند کرنے کے لئے کچھ ملا تو اپنے ”نطاق“ (دور و مال یا پٹا جو اس زمانے میں عورتیں قبضے کے اوپر کر مریم یعنی عقیق) کو بچھا کر اس کے دو ٹکڑے کے ایک ٹکڑے سے تھیلے کا منہ باندھا اور دوسرا اپنی کمر باندھ لیا۔ اسی وجہ سے آپ کو ”ذات النطاقین“ (یعنی دو کمر بند والی) کے لقب

اسماء ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی اور زبیر بن عوام کی بیوی ہیں جو (دونوں ہی) سابقین الاولون میں نمایاں مقام رکھنے والے ہیں۔ آپ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سوتیلی بہن ہیں۔ آپ کی والدہ قتیلہ بنت عبد العزی نے دور جاہلیت میں ہی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ آپ کے والد ابوبکر صدیق اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بلند ترین مقام پائے والے ہیں جن کی فضیلت قرآن و حدیث میں ”ثانی الثنین فی الخار“ اور ”صاحبی علی الخوض“ (خوض کوثر میرے ساتھی) کے الفاظ سے بیان کی گئی، جن کو ہجرت کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنہا رفاقت کا شرف حاصل ہوا۔ اس دوران ہر موقع پر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھر پور تعاون اور ان کی خدمت کے سلسلے میں ہر طرح کی آزمائش اور تکالیف کو خوش دلی سے اٹھانے کی سعادت آپ ہی کا حق ہے۔ اللہ کی راہ میں بے دریغ مال قربان کر کے اور ہر قسم کی مصیبت و پریشانی برداشت کر کے اطمینان قلب محسوس کرنے میں کوئی بھی آپ کی برابر ہی نہ رہا۔ اسماء رضی اللہ عنہا کے شوہر زبیر بن عوام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی صفیہؓ کے بیٹے اور جراث و شجاعت کے پیکر حمزہؓ بن عبد المطلب کے بھانجے تھے۔ ایمان و تقویٰ، شجاعت، صبر و استقامت اور سبقت

رقم علی اُس کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا۔

غزوت داحلاس کی وجہ سے ہر چیز ناپید ہو کر خرچ کر گئیں۔ لیکن اللہ کی راہ میں صدقہ و خیرات کا بے حد شوق تھا۔ ایک دفعہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم سے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! میرے ہاں تو کچھ بھی نہیں مگر وہ جو میرے تنہا (زیر) تحفظ لاکر دیتے ہیں تو کیا میں اسی میں سے حد سے لے سکتی ہوں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ و خیرات سے لے سکتی ہو۔ خرچ کرو اور روک کر نہ رکھو ورنہ اللہ بھی تم سے روک دینگا۔ چنانچہ اس نیت سے کھلے دل سے خرچ کرنے لگیں پھر مالک نے کشتار کی عطا فرمائی۔ اسودہ حالی میں بھی اسماءؓ نے عیشہ سادگی ہی کو اپناتے رکھا۔ البتہ صدقہ خیراتیں بے دریغ صرف کرتی تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق وہ کچھ کو بھی اسی کی تلقین نہ کرتیں۔

اسماء رضی اللہ عنہا بڑی دلیر اور بے باک خاتون تھیں۔ آخری عمر میں بیٹے (عبداللہ بن زبیرؓ) کی شہادت کے موقع پر بڑے قہر سے اور حکم کا مظاہرہ کیا۔ عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد حجاج بن یوسف نے اُن کی ماں اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلایا۔ انہوں نے جانے سے انکار کر دیا یہاں تک کہ اُس نے وحشی دی چڑھی جانے سے انکار کر دیا۔ آخر وہ خود ان کے پاس آیا اور کہا ”تم لے دینا کہ میں نے اللہ کے دشمنی کے ساتھ کیا کیا“ اسماءؓ نے فرمایا تو نے عبد اللہ بن زبیرؓ کی دنیا بگاڑ دی اور اُس نے تمہاری آخرت بگاڑ دی۔ میں نے سنا ہے کہ تو عبداللہ بن زبیرؓ کا وہ لکڑی کا بیٹا کہتا تھا جسے اللہ کی قسم میں دیکھ کر بندہ ولی ہوں۔ ایک سال بعد سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ کے کھانے کا قلیل باندھا تھا اور دو برس اکہر نہ وہ تھا جو عورت کی ضرورت ہوتا ہے۔ اور سُنو: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قلیل اقلیت میں ایک کد آب اور ایک کلمہ ہوگا جو لوگوں نے دیکھ لیا ہے اور ظالم میرے خیال میں تو مجھ سے ”یہ سن کر حجاج نے کوئی جواب نہیں دیا اور چلا گیا۔ حق گوئی آپ کا شعار تھا۔ بیٹے کی شہادت کے دو یا تین ہفتے بعد آپ بھی اپنے رب سے جا ملیں۔

(اِنَّ اللہَ وَاٰیٰتِہٖ لَاجْمَعُوْنَ)

یہ تھیں اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو امی اور بڑھاپے میں اللہ کی اطاعت اور حب رسول کے جذبہ سے ہر شے ہاتھ سے کر دیتی تھیں۔ ان کی تعلیم گارہ جرات ایمانی کی تعلیم مثال اور ایمان و تقویٰ کی راہ پر چلنے والوں کے لئے مشعل راہ۔ مالک ہم صعب کو اور جاری فسلوں کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرماتے!

آمین

سے یاد کیا جاسکتا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پہلے وقت اپنے ساتھ کھڑی رکھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دامن میں کیا نہ جوت پیش آئے۔ ان کے والد ابوبکرؓ کو جو تا مینا تھے اور اس وقت تک ایمان نہ لاتے تھے، جب یہ معلوم ہوا کہ بڑا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ہجرت کر گیا ہے تو جہاں بچوں کو تسلی دی وہاں تانت کا اظہار بھی کیا کہ وہ سارا مال لے گیا اور ہمارے لئے کچھ نہ چھوڑا۔ اس وقت اسماءؓ اپنے دادا کو اس حکم لے جاتی تھیں جہاں ابوبکرؓ اپنا مال رکھتے تھے۔ ایک پیر سے میں کچھ پتھر ڈال کر بوتلی کی صورت میں وہاں رکھ دیتی ہوں اور ابوبکرؓ کا ہاتھ اس پر رکھ کر وطن کر دیتی ہوں کہ باہر جان بھاگ لے بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں۔ اللہ اکبر! یہ ہے حب رسولؐ اور اخلاص فی الدین کا بہترین نمونہ۔

کچھ لوگ بعد اسماءؓ نے بھی دو عمری خواتین کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ بخاریؒ کی روایت کے مطابق اس وقت وہ حاضر تھیں مدینہ پہنچنے کے بعد آپؐ قبا میں مقیم ہو گئیں۔ یہیں یہ آپ کے بھٹوں سے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔ آپ انہیں لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کو اپنی گود میں لیا کچھ چہرہ اس کے منہ میں ڈال دی اور یہ برکت کی دعا دی۔ عبداللہ بن زبیرؓ صوبہ صید بنے بچے ہیں جو اسلام میں (ہجرت کے بعد) پیدا ہوئے۔

ہجرت کے کچھ عرصہ بعد آپ کی والدہ قلیلہ آتی ہیں۔ نبیؐ کی صحبت انہیں مدینہ لاتی ہے۔ اب ذرا نبیؐ کی محبت کا معیار بھی دیکھتے آپ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو عمری روتی آتی ہیں اور استفسار فرماتی ہیں کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بتائیے تم کو اہل کے ساتھ کیا سلوک کروں؟ آپؐ نے فرمایا کہ ان کے ساتھ بہترین سلوک اور صلہ رحمی کا معاملہ کرو، چنانچہ انہوں نے ماں کے ساتھ عمدہ سلوک کیا۔

اسماء رضی اللہ عنہا نہایت متواضع اور منضار تھیں۔ جب آپ کا نکاح زبیر رضی اللہ عنہ سے ہوا تو ان کے پاس ایک اونٹ اور گھوڑے تھے سو اچھوڑ دیا۔ اسماءؓ عہد عرب کے ممتاز تاجر اور معزز سردار کی بیٹی تھیں، لیکن عہد قنوت کا جو درس باپ کے گھر سے لے کر آئی تھیں اُس نے آخر دم تک قائم رہا۔ گھر کے اور باہر کے بھی تمام کام اپنے ہاتھوں سے کرتی تھیں۔ گھڑے سے کوٹھڑی چراتیں، پانی پلاتیں اور آٹا بھی پیس لیا کرتیں۔ ان کی روٹی انصاف کی ہمایہ طور تھیں پکا دیا کرتی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیرؓ کو ایک زمین دی تھی جو درمیل دور تھی۔ اسماء رضی اللہ عنہا وہاں سے کھجوروں کی شعلہ لپٹے سر پہ اٹھا کر لاتی تھیں۔ کچھ عرصہ بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کے ذریعہ ان کو ایک غلام بھیج دی جس نے کچھ عرصہ متشت میں ہاتھ دیا۔ لیکن بعد میں اُسے بھی فروخت کر دیا اور اس طرح جو



هُود عَلَيْهِ السَّلَام

تحریر: ڈاکٹر طارق الرحمت — ماڈل کالونی، کراچی

بعد اس کا جانشین بنایا اور تہداری نسل کو دنیا و وسعت اور توانائی بخشی
(الاعراف: ۴۹)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ طوفانی نوح کے بعد اس قوم کے پیشروں
میں سے کچھ لوگوں نے جنوبی عرب کی طرف ہجرت کی۔ جہاں ان کی آبادی میں
تیزی سے اضافہ ہوا یہاں تک کہ وہ وہاں سے نکل کر طائفہ لیکر حضرت
اور یمن تک پھیل گئے اللہ تعالیٰ نے ان کو جہاں ساخت طے اعتبار سے مضبوط
تم و توسعہ والی ذور آور اور باصلاحیت قوم کے طور پر اٹھایا۔ چنانچہ ان
کے بارے فرمایا: **الَّتِي لَمْ يَخْلُقْ مِثْلَهَا فِي السَّالَةِ** وہ کہ
”وہ ایسی قوم تھی جس کے مانند دنیا کے محالک میں کوئی قوم پیدا نہیں کی گئی“
(الفجر: ۸)

رفعتہ رفعتہ اس قوم کو بڑی قوت اور شوکت حاصل ہوئی اور ہر
طرف ان کے مہذبہ اور محولت کا چرچا ہوا۔ لیکن جب اللہ کی شکر گزاری کے
بجائے انہوں نے سرکشی اختیار کی اور اللہ کے پیغمبر کی یاد دہانی کے باوجود اپنی
دکوشی کی اصلاح نہ کی تو پھر دنیا سے ان کا نام و نشان تکسٹ جاتا بھی
حضرت النبی بن گیا۔

قوم عاد کے عروج، شاندار تمدن اور ان پر عذاب الہی کی تفصیلات
قرآن کو مختلف سورتوں الاعراف (آیات ۶۵-۷۲)، حمود (آیات ۵۰-۶۰)، المؤمنون (آیات ۲۲-۳۲)، الشعراء (آیات ۱۲۲-۱۳۲)،
الاحقاف (آیات ۲۶-۳۱) میں بیان کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ الفجر

ذیہ کی سب سے پہلی مشرک قوم جس کی تفصیل اللہ کی کتاب سے ملتی
ہے وہ نوح علیہ السلام کی قوم تھی جو سارا حصہ نوسو سال کی مسلسل دعوت
حق کے بعد اپنی سرکشی اور نافرمانی کے باعث پانی کے طوفان میں غرق
کر دی گئی۔ نوح علیہ السلام اور ان کے ایماندار ساتھیوں کو اللہ تعالیٰ نے
سمتھ کے ذریعہ بچا لیا۔

نوح علیہ السلام کی قوم کے بعد جس قوم کو عروج حاصل ہوا وہ قوم
عاد تھی۔ انہوں نے احقاف کو اپنا مسکن بنایا لغت میں احقاف ریت کے
مستطیل ٹاپکوں کو کہتا ہے لیکن اس سے مراد وہ ریگستان ہے جو
صحرائے عرب کے جنوب میں یمن، حجاز اور عیلام کے درمیان واقع ہے۔
اس زمانے میں یہ علاقہ بڑا سرسبز و شاداب اور تعمیر و ترقی کا مرکز رہا ہے
کیونکہ قرآن میں آتا ہے کہ اللہ نے اس قوم کو ہر طرح کی نعمتوں اور فوائد
بافات (چشمہ) سے نوازا تھا اور ان کو تعمیرات کا بہت شوق تھا لیکن اب
وہی علاقہ ایک لاشی و دوقی سمر ہے جس کو دیکھنے کے بعد کون سوچ بھی سکتا
کہ یہ علاقہ کبھی کسی تمدن کا گہوارہ ہوا ہوگا

عاد عرب کی قدیم ترین قوم تھی جس کے انسانے عرب میں زبان
نوع عام تھے قدیم عربی ادب میں کمزرت سے ان کا ذکر ملتا ہے۔ قوم نوح کی
جگہ کے بعد یہی قوم ان کی جانشین بنی اس سلسلے میں ان کو اللہ کی طرف سے
نمائے جانے والی یاد دہانی کا ذکر قرآن کے المدان الفاظ میں کیا ہے۔
**وَإِذْ كُنَّا إِذْ جَعَلْنَا خُلَافًا مِنْ بَنِي إِدْرِيسَ قَوْمَ نُوْحٍ وَكَانُوا
فِي الْعَالَمِ بِمَقْلَقَةٍ** اور یاد کرو جب اُس نے تم کو قوم نوح کے

(آیات ۶-۸) "فهم السجدة رأيت (۱۵) اور الحاقة (آیات ۶-۷) وغیرہ میں اشارہ ذکر کیا گیا ہے۔

خالص ایمانداروں کی نسل سے ابھرنے والی اس قوم پر بھی بلاخر شیطان کا وارکار گزرتا ہے اور مقررہ زمانہ کے اندر ہلکا کر کے آثار نمایاں ہونے شروع ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ دنیا ان کے سامنے اس طرح مڑتی گزری جیسی کہ اللہ کے احسانات کو انہوں نے فراموش کر دیا اور آخرت کی جمادی سے بے نیاز ہو گئے۔ احسانِ مہدی کا رویہ اختیار کرنے کے بجائے مادی ترقی اور جسمانی قوت پر گھنڈہ کرنے لگے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **فَاتَّخَذُوا قُلُوبَهُمْ حُجُورًا فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا لَا إِلَهَ إِلَّا هُمْ فَهُمْ يَصِفُونَ أَلْسِنَهُمْ مِثْقَالَ الْقُرْآنِ** (ختم السجدة) "اور اگر جہاں تک قوم عاد کا تعلق ہے انہوں نے ناحیہ زمین پر تکبر کیا اور کہنے لگے کہ کون ہے ہم سے بڑھ کر قوت میں؟"

اس طرح جب قوم عاد نے زمین پر فساد برپا کیا اللہ کے علاوہ دوسرے سہارے پکڑے اور اللہ کے حکم کے مقابلے میں ہر باطنی سرکش اور دشمن حق کی پیروی اختیار کی۔ جب اللہ تعالیٰ نے انہی میں سے ہوشیار انسان کو ان کی ہدایت کے لئے اپنا رسول بنا کر بھیجا۔ اللہ نے اپنی کتاب کے ذریعے اس کی خبر دی ہے **وَمَا يَأْتِيهِمْ إِلَّا جِئَانًا وَأَنزَلَ الْغُلُوبَ وَأَنزَلَ الْأَقْنَامَ وَالْجَحْدُورَ وَأَنزَلَ السَّحَابَ فَاسْقِطْ مِنْهُ مَاءً بَارِكًا فَكُنَّا بِلُحُوبِهِمْ مَدِينًا وَالْمُتَكَبِّرُونَ هُمُ الْمُفْسِدُونَ** (۵۰) کہ عاد کی طرف ہم نے ان کے بھائی محمد بن علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا۔ انہوں نے اپنی قوم کو توحید یعنی ایک اللہ کی بندگی کا پیغام دیا کہ لے میری قوم! ایک اللہ کی بندگی کرو، اس لئے کہ اس کے علاوہ سہارا کوئی الہ اروا نہ ہو۔ مستحضرِ غوث مشکل کشا حاجت روائ ہیں۔ قوم کے اندر پائی جانے والی اصل خرابی کی نشاندہی کر کے واضح طور پر اس کو رد کیا کہ تم شرک کر کے اللہ پر بہتان

باندھنے والے ہو اللہ کے ہاں اس کا کوئی جواز نہیں۔

یہی انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا مشترک پیغام ہے اس لئے کہ شرک اللہ کی زمین پر فساد کی اصل جڑ ہے اسی سے باقی ساری خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کی سنت معارفِ معنی میں صرف "ثبوتِ طور پر اپنی بات پیش کرنا نہیں بلکہ ان کی دعوت کا طریقہ کار یہ ہے کہ قوم کے اثبات کے ساتھ شرک کا رد کیا جائے اللہ کی بندگی کے ساتھ طاقت سے بیزارگی کا اظہار کیا جائے اور نیکی کو پھیلانے کے ساتھ بیانی کی نشاندہی کر کے اس سے روکا جائے۔

یہود علیہ السلام نے ہر طرح سے اپنی قوم کو سمجھانے کی کوشش کی اور ان کو اللہ کے احسانات اور انعامات یاد دلانے کے دیکھو! اللہ تعالیٰ

نے تہیں قوم نوح کا جانشین بنایا۔ تیسری آبادی کو پھیلایا، تیسری مضبوط جہات اور توانائی سے نوازا ہے، تیسری استعمال کے لئے مختلف قسم کے جانور پیدا کئے، تیسری اولادیں عطا کیں، سب سب انعامات اور پانی کے چشموں سے نوازا ہے۔ میری قوم کے لوگو! اللہ کی ان نعمتوں کو یاد کرو اپنے رب سے اپنی غلطیوں کی معافی چاہو اور اس کی طرف لوٹو وہ آسمانوں سے تم پر اپنی رحمتوں کے دھانے کھول دے گا اور تمہاری موجودہ قوت اور شوکت میں مزید اضافہ فرمائے گا۔ میں پروردگارِ عالم کے رسول کی حیثیت سے تمہیں خبردار کرتا ہوں کہ تمہاری موجودہ روش درست نہیں ہے۔ تم نے اللہ کے مقابلے میں اس کی مخلوق کو الے نام دے رکھے ہیں جن کے لئے اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور تم محض اپنے آباء و اجداد کی اندھی تقلید میں ان کو اللہ کے ساتھ شریک مقرر کر رہے ہو۔ تمہیں ان کے وقار کا تو بڑا پکس ہے لیکن اپنے خالق و مالک اپنے پالنے والے کا کوئی لی ڈال نہیں۔ جس نے تم کو اس طرح سے نوازا ہے۔ ذرا سوچو تو میری قوم کے لوگو! یہ تمہارا کیا انداز ہے کہ ہر بلند مقام پر لا حاصل ایک یادگار عمارت بنا ڈالتے ہو اور بڑے بڑے محلات تعمیر کرتے ہو اپنی شان دکھانے کے لئے، مگر یہ تمہیں ہیش نہیں رہتا ہے۔ حالانکہ یہ دنیا کی زندگی محض عارضی اور اللہ کی طرف سے ایک آزمائش ہے۔ تم نے اس کو گڑگاہ کو منزل سمجھ کر یہیں ٹوہ سے ڈال دیے ہیں اور تمہاری توجہ محض دنیا کی تعمیر و خوبی پر مرکوز ہے۔ اللہ سے بے خوف ہو کر تم اس کی مخلوق پر ظلم و جور روا رکھتے ہو اور ان پر تسلط جانے کے لئے سخت گیری سے کام لیتے ہو۔ اور وہ اس ذات سے جس نے یہ سب کچھ تمہیں دیا ہے ایک دن اس کے حضور پیش ہونا ہے۔ مجھے تمہارے بارے میں اس ہولناک دن کے عذاب کا خطرہ ہے اس لئے اللہ کی نافرمانی اور سرکشی سے باز آ جاؤ اور میری پیروی اختیار کر کے اس کی بندگی کا حق ادا کرو۔ میں تمہارا خیر خواہ ہوں اللہ کا پیغام بلا کم و کاست تمہیں پہنچاتا ہوں اور تم سے اس کام پر کوئی اجر یا معاوضہ طلب نہیں کرتا۔ میرا اجر تو اللہ کے دے ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور جو سب کا پالنے والا ہے۔

یہود علیہ السلام کی اس درد مندانہ اور خیر خواہانہ دعوت کے جواب میں قوم نے وہی انداز اختیار کیا جو ہر دور میں انسانیت نے انبیاء علیہم السلام کی دعوت کے جواب میں کیا ہے۔ مثلاً یہ۔ ا۔ قوم کے سردار جنہوں نے یہود علیہ السلام کی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کیا اور آخرت کی پیش گوئی کو چھٹلایا جن کو اللہ نے دنیا کی زندگی میں آسمانوں کی عطا کی تھی انہوں نے یہود علیہ السلام کو کہا کہ ہم کو تو تم پر قوت نظر آتے ہو۔ اور ہم تمہیں چھوٹا خیال کرتے ہیں۔ قوم سے کہا کہ یہ شخص (یہود علیہ السلام)

تھی جیسا ایک پیشتر ہے تہا ہی ہی طرح کھانا اور پینا ہے۔ اس لئے اگر تم نے اپنے ہی جیسے ایک بشری اطاعت قبول کر لی تو سراسر گھٹلے میں رہو گے۔ ہمارے لئے بس یہی دنیا کی زندگی ہے۔ یہیں ہم کو مرنا اور جینا ہے اور مرے بعد ہم ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے۔ یہ شخص اللہ کے نام پر جھوٹ بول رہا ہے۔ ہم سمجھیں اس کے ماننے والے نہیں۔

۲۔ قوم نے کہا کہ اے ہمدرد علیہ السلام! کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہم اکیلے اللہ ہی کی عبادت کریں اور ان کو چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں؟

۳۔ انہوں نے کہا کہ اے ہمدرد علیہ السلام! تم ہمارے پاس اپنے رسول ہونے کی کوئی واضح نشانی لے کر نہیں آئے۔ تم ہم ہی جیسے انسان ہو۔ اس لئے تمہارے کہنے پر ہم اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں اور نہ تم پر ایمان ہی لانے والے ہیں بلکہ ہمارا تو یہ خیال ہے کہ تم پر ہمارے معبودوں میں سے کسی کی مار پڑی ہے کیونکہ تم ان کو ہماری طرح مانتے نہیں اور اس طرح ان کی شان میں گستاخی کرتے ہو۔

۴۔ قوم نے کہا کہ تم ہمیں نصیحت کرو یا نہ کرو ہمارے لئے یکساں ہے یہ باتیں باپ دادا سے یونہی چلی آئی ہیں ہم ان کی وجہ سے کسی عذاب میں مبتلا ہونے والے نہیں۔ بلکہ ہم تو جتنے ان کو چھوڑ کر سزا میں مبتلا دیکھ رہے ہیں۔ تم عذاب سے ڈرا کر ہمیں اپنے معبودوں سے پھیر دینا چاہتے ہو۔ ہم پھرنے والے نہیں۔ اگر تم واقعی اپنے دعوے میں سچے ہو تو اس عذاب کو جس سے ہمیں ڈرتے ہو۔

ہمدرد علیہ السلام نے قوم کی طرف سے اس طرح کے جواب پا کر کبھی محبت سے ان کو سمجھانے کی کوشش کی کہ اے برادرانِ قوم! میں کبھی نادانی یا نا سمجھی میں مبتلا نہیں ہوں بلکہ اللہ کا رسول اور تمہارا ایسا خیر خواہ ہوں جس پر تم بھروسہ کر سکتے ہو۔ اور کبھی تنبیہ کے انداز میں ان کو جواب دینا کہ میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ تم جن کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرا رہے ہو میں ان سب سے سزاوارتوں اور برکت کا اعلان کرتا ہوں اس لئے اگر تم یہ سمجھو کہ تمہارے ابا معبودوں کی جھجھجھ پڑ رہی ہے تو تم سب مل کر میرے خلاف جھگڑ کر بنا چاہو کہ گزرو اور مجھے کوئی مہلت نہ دو میرا بھروسہ اللہ پر ہے جو میرا بھی رعب ہے اور تمہارا بھی رتب ہے ہر جاندار کی زندگی اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔ بیشک میرا رب سیدھی ماہ پر ہے۔ اگر تم اس دعوت سے منہ پھرتے ہو تو شوق سے پھیر لو مجھے جو پیغام لے کر تمہارے پاس بھیجا گیا تھا وہ میں تم کو پہنچا چکا ہوں۔ اب اگر تم نے اپنے رفیق کو نہ بدلا تو میرا رب تمہاری جگہ کسی دوسری قوم کو اٹھائے گا اور تم اس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے۔

کیونکہ وہ ہر چیز پر نگران ہے اور اس کے فیصلے کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ ہمدرد علیہ السلام نے قوم سے کہا تو را خیال کرو! تمہیں اس بات پر تعجب تھا کہ تمہارے پاس خود تہا ہی اپنی قوم کے ایک آدمی کے ذریعے سے تمہارے رب کی یاد دہانی آئی تاکہ وہ تمہیں خبر دے کہ۔ حالانکہ یہ کوئی انہونی بات نہیں ہے اور تم مجھ سے اپنے ان معبودوں کے ناموں کے بارے میں لڑ رہے ہو جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے اللہ کے مقابلے میں بنام دیتے ہیں بلکہ اللہ نے ان کے لئے کوئی سند نہیں اتاری۔ یہ تمہارا خود ساختہ نام ہیں جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی کرتے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہاری ان نافرمانیوں کی وجہ سے تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر عذاب اور غضب کا نازل ہونا مقرر ہو چکا ہے اس لئے تم بھی انتظار کرو اور میں بھی انتظار کرتا ہوں۔ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے کہ وہ عذاب کب آئے گا۔ مجھ پر تو یہ دعوت پہنچانے کی ذمہ داری ہے جو میں پوری کر رہا ہوں لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ نادانی میں پھنس رہے ہو۔

جب قوم عادتے ہر طرح سے سمجھانے کے باوجود ہٹ دھرمی اور سرکشی کا مظاہرہ کیا اور ہمدرد علیہ السلام کی دعوت کو ماننے سے انکار کر دیا تو پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ پروردگار! میری مدد فرما، قوم نے میری کنذیب کی حد اللہ فرماتا ہے کہ پھر ہم نے ہمدرد علیہ السلام اور ان کے ایثار ساتھیوں کو نجات دی اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا ان کی ہڈیاں کاٹی دی۔ وہ ایمان لائے والے نہیں تھے (الاعراف: ۷۶) سورة الاحقاف میں اللہ فرماتا ہے کہ پھر جب انہوں نے اسی عذاب عذاب کو دیکھا کہ بالکل صورت میں ان کے میلانوں کی طرف آ رہا ہے تو غصہ سے کہنے لگے کہ یہ تو بادل ہے جو ہم کو سیراب کرے گا۔ فرمایا نہیں بلکہ یہ وہ چیز ہے جس کے لئے تم جلدی پچھا رہے تھے یعنی آندھنی جس میں درونک عذاب بھرا ہوا ہے۔ جو اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو تباہ کر ڈالے گا۔ پھر وہ ایسے ہو گئے کہ دال پر ان کے رہنے کی جگہوں کے علاوہ کچھ نظر نہ آتا تھا۔ اور ہم بحمول کو اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں۔ ہم نے ان کو وہ کچھ دیا تھا جو تم کو نہیں دیا ہے۔ ہم نے انہیں کان آنکھیں اور دل دیتے تھے مگر یہ سب ان کے کسی کام نہ آ سکے جیسا کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کر کے اس چیز کے پھیر میں آ گئے جس کا وہ خالق اراتے تھے (آیات ۲۴ - ۲۶)

باقی صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

ڈاکٹر مسعود الدیوب عثمانی

طارق نسیم

ترتیب

سوال :- آپ نے احمد بن حنبل پر جس خط کے ذریعہ فتویٰ لکھا ہے، اس کا راوی مجہول ہے؟

جواب :- اس کے راوی جو ساڑھے گیارہ سو برس سے آج تک مکرر سے ہیں ابن تیمیہ ابن قیم، ابن کثیر، ابن حجر سیال ندوی، قاسم ناما تو ہی شاہ ولی اللہ وغیرہ یہ سارے کیا مجہول ہیں ان کو کوئی نہیں جانتا یہ سارے کہتے ہیں کہ ان کا یہی عقیدہ ہے، ہم نے ان سے حاصل کیا ہے اور یہی حق ہے۔ ایک راہی مجہول ہے وہ کون سا ہے؟ خدا اس کا نام نولو۔ اگر باہلی سے مجہول کو لکھا تو تب تو صحیح ہے یہ سارے ان مہنوں میں مجہول ہیں۔ ان سارے جاہلوں نے قرآن کے خلاف ان (احمد بن حنبل) کی حمایت کی ہے حدیث کو جھٹلادیا ہے۔

سوال :- آپ کے پاس کیا سند ہے کہ یہ بات احمد بن حنبل نے کہی ہے؟

جواب :- آپ کے پاس یا اس کے پاس کیا سند ہے کہ میرے باپ کا نام وہ ہے جو میں لیتا ہوں۔ یہ ظن غالب ہی ہے۔ ساری دنیا یہی کہتی ہے۔ ایک شخص بھی نہیں ہے جس نے ساڑھے گیارہ سو برس میں یہ کہا ہو کہ امام احمد کا یہ عقیدہ نہیں ہے بلکہ یہ کہ وہ اپنے عقیدہ میں پختہ تھے۔ فاضل شعبوں کا عقیدہ اُس نے لیا اور اپنی طاقت اور حیثیت کے ذریعے جو امت کے اندر ہو گئی تھی اس کو پھیلا یا ہے۔ اس وقت سے میرا چیلنج آپ بھی سن لیجئے اور لوگوں سے بھی کہہ دیجئے کہ ساڑھے گیارہ سو برس کے بعد جن کو تم آج عالم مانتے ہو کسی عالم کی کوئی کتاب جس میں عقیدہ آیا ہے اس بشرک سے بری دکھا دو کہ مردہ زندہ نہیں ہے اور اعمال اللہ کے نبی صلی اللہ

علیہ وسلم پر نہیں پیشین ہوئے ہیں پھر اُس کے بعد آکر مجھ سے کہو۔ ساڑھے گیارہ سو سال میں لاکھوں مکرر دہوں گزرے ہیں ہر ایک یہی کہتا ہے کہ امام احمد کا یہ عقیدہ ہے، ہم مانتے ہیں اور کسی سند پر نہیں۔ عن ابی ہریرہؓ سے آنے والی روایت کے سلسلے میں بھی دو قسم کی آراء آپ کو مل جائیں گی لیکن احمد بن حنبل کے عقیدے کے سلسلے میں تمہارے اپنے جو معتبر ہیں ایک ایک رشتے میں لاکھوں گزرے ہیں ہر ایک نے یہی کہا ہے کہ احمد بن حنبل کا یہی عقیدہ ہے، سب کا اس پر اتفاق ہے۔ لڑتا دیکھا یہ عقیدہ میں نے دیا ہے؟ کہا ہے لائے ہو قرآن و حدیث کے خلاف یہ عقیدہ؟

سوال :- ڈاکٹر صاحب! قبروں کی زیارت اور وہاں جا کر جو یہ کہا جاتا ہے کہ السلام علیکم یا اهل القبور اس کے بارے میں وضاحت فرمائیے۔

جواب :- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کُنْتُ فُتِنْتُ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوا وَهَذَا لَكُمْ تَرْكُ الْآخِرَةِ کہ پہلے میں نے اس خیال سے کہ ابھی پوری طرح سے بات صاف نہیں ہوئی ہے اور قبروں کی وجہ سے بہت بشرک پھیلائے گئے ہیں قبروں پر جانے سے منع کر دیا تھا۔ اب بات صاف ہو گئی ہے تو اب تم قبرستان میں جا سکتے ہو اللہ کی طرف سے اس کی اجازت ہے اس لئے کہ قبرستان میں جانے کے بعد موت اور آخرت یاد آتی ہے اور دنیا سے بے مشغلی پیدا ہوتی ہے۔ تو فرمایا کہ جب مومن کے قبرستان میں جاؤ گے تو جہاں اپنی موت یاد کرو گے اور اپنے لئے دعا کرو گے وہاں وفات شدہ مومنین کا حق ہے کہ ان کے لئے بھی دعا کرو۔ کیونکہ اللہ فرماتا ہے کہ جو مومن ہیں ان کا حال

نہیں تھا کہ اللہ کو اس کی رحمت کا واسطہ دیکر اپنا راجہ کر لیں
 تو خطاؤں کو معاف کرنے والا ہے اپنی رحمت سے نواز دے۔ اس
 کے بجائے اللہ کے کسی بندے کو لایا جاتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے
 رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اور ان کے واسطے سے دعائیں
 مانگی جاتی ہیں۔ بتائیے! کس قدر ظالم ہے اللہ کے آخری نبی صلی اللہ
 علیہ وسلم پر کہ جنہوں نے زندہ کی بھر مشرک کے خلاف جنگ کی ہے
 مگر اس طرح اللہ کے ساتھ مشرک ٹھہرایا جائے۔

اب اگر آج کے کلہ کو، خازن پر حصے والے امام اور مقتدی
 بھی وہی کچھ کہتے اور کرتے ہیں جو قرآن کے مطابق چورہ
 سو برس پہلے مشرکین عرب کہتے تھے تو پھر آپ خود ہی فیصلہ کیجئے
 کہ اسکو کیا کہا جائے۔ اللہ نے تو فرما دیا کہ میں پاک ہوں تمہارے
 اسی مشرک سے۔

سوال: "اکرم صاحب! یہ حق بدل کا کیا مطلب ہے؟"
 جواب: ایک شخصیت صاحب استطاعت ہے اس پر حج
 فرض ہے لیکن ہڑھانہ گیا ہے یا مسلسل بیمار اور کمزوری کی وجہ سے
 اس کے لئے اس کا عہد نہیں ہے کہ حج کے لئے جاسکے۔ وہ اپنی زندگی
 میں یا مرتے وقت کہے کہ میرا ارادہ تھا لیکن اس وجہ سے نہیں جا
 پایا اسی لئے میرے پیسے سے جو ایک مہائی میں اپنی وصیت سے دے
 سکتا ہوں میری طرف سے حج کروایا جائے تب اس طرح یہ ایک چیز
 ہے جو حدیث سے ثابت ہے اس کی اجازت ہے باقی مرنے کے
 بعد جس طرح آج لوگ بغیر کسی وصیت کے کرتے ہیں اس کا کوئی جواز
 نہیں۔

سوال: اس طرح یہ صدقہ اور قرآن خوانی جو مرنے کے بعد کرتے
 ہیں یہ بھی نہیں ہو سکتی۔

جواب: جگہ دل اپنی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نہیں کام
 کر سکتے تھے لیکن انہوں نے نہیں کیا۔ اب اگر کوئی کہے کہ اچھی چیز ہے اس
 میں کیا مضائقہ ہے! تو گویا وہ یہ کہہ رہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ
 کو اس کی خبر نہیں تھی یا ان کے علم میں تھی مگر وہ یہ طریقہ نکالا
 یہ بہت برا ذوق ہے اور یہ ایسے لوگ ہیں کہ اس کی پہنائیوں کو نہیں سمجھتے
 سوال: بدعت حسن بھی تو ہے۔

جواب: بدعت حسن کوئی چیز نہیں ہے۔ رمضان میں تراویح
 کی باجماعت نماز سے نکالتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا کیا ہے حالانکہ
 اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تین راتیں رمضان کے اندر جماعت سے
 تراویح پڑھائی ماس کے بعد چوتھی رات کو صحابہ اتنی تعداد میں آئے

ہے۔ بتائیے! کیا جاتا تھا ان کا اگر یہ اللہ تعالیٰ سے اسی کی اپنی
 رحمت کے صدقے میں مانگتے! اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو یہی کہتے
 تھے۔ وہ یہ مسئلہ اس طرح دانداز کیا ہے انہوں نے ایمان کو تو کھینچ
 میں کتنا اچھا معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے لیکن
 محبت میں غلو کر کے اللہ کے حق پر دست دہازی کی جاتی ہے۔

سوال: یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم مانگتے تو اللہ ہی سے ہیں مگر
 ایک لوگ ہماری دعاؤں کا سہارا بنتے ہیں وہ ہماری دعاؤں کو اللہ تک
 پہنچاتے اور ان کو قبول کر دیتے ہیں۔

جواب: وہی عقیدہ تو پروردگار فرماتا ہے کہ ابوجہن اور سارے
 مشرکین عرب کا تعلق قرآن بیان کرتا ہے۔ وَيُفِيدُونِ مِنْ قَوْلِ
 اللَّهِ مَالًا يُفْسِرُ لَهُمْ وَلَا يَشْفَعُ لَهُمْ وَاَلَيْسَ لَهُمْ
 هَهُنَا وَلَا شَيْعًا وَمَا عِنْدَ اللَّهِ * (یونس: ۵۵)
 کہ یہ ظالم اللہ کے علاوہ دوسروں کی ہمدستی کرتے تھے ان کی پکاریں
 لگاتے اور ان کے نام کی نذر دنیا دہ کرتے ہیں حالانکہ وہ نہ تو ان کو
 کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع ہی دے سکتے ہیں چنانچہ

الرحمنی تو کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر کس کی عبادت میں لگے ہوئے ہو تو قرآن کہتے
 ہیں کہ نہیں ہم ان کو اللہ تو نہیں مانتے لیکن هَهُنَا وَلَا شَيْعًا وَمَا
 عِنْدَ اللَّهِ * ان کا بڑا اثر ہے بہت پیار سے ہیں۔ اللہ کے
 محبوب بھائی ہیں یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں مائیک فرماتا
 ہے۔ قُلْ أَتَشْفَعُونَ لِلَّهِ بِمَا لَا يَكْفُرُ فِي السَّمَوَاتِ
 وَلَا فِي الْأَرْضِ * میں نے آسمان جاتے زمین جاتی اور میں ہر چیز

کا جانتے والا ہوں اب تم نے مجھے کمزور اور معذور سمجھ کر میرے ایسے
 لیجنٹ اور مشرک کا رہنا لئے ہیں جن سے میں بھی بے خبر ہوں اور تم
 مجھے بتاتے ہو کہ ان کے بغیر تمہاری بات محمد تک نہیں پہنچ سکتی۔

فرمایا سُبْحَنَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ کہ میں تمہارے
 اس مشرک سے پاک ہوں۔ اسی طرح سورۃ الزمر میں اللہ تعالیٰ اس
 دور کے مشرکوں کا حال بیان کرتا ہے وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ
 دُونِهِ أَوْلِيَاءَ وَمَا يُغْنِي عَنْهُمْ أَوْلِيَاءُ لَوْلَا يَفْقَهُوا
 قَوْلَ اللَّهِ ذُنُوبُهُمْ کہ وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے سوا دوسروں

کو اپنا کارساز بنا رکھا ہے جب ان کو اس ظلم کی طرف توجہ دلائی جاتی
 ہے تو وہ اس کی ہیں تو جیسے پیش کرتے ہیں کہ ہم ان کی عبادت صرف
 اس لئے کرتے ہیں کہ وہ اللہ تک ہماری رسائی کرا دیں۔ تو ہمیشہ سے
 یہی ہوتا آیا ہے خدا تعالیٰ بھی یہی ہو رہا ہے کہ اللہ کو خبر اور راست
 نہیں بلکہ اس کی کسی مخلوق کے واسطے اور وسیلے سے پکارو۔ یہ

کہ مسجد بھر گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔
اب صحابہؓ میں سے کچھ لوگ کھانے کھانے سے اور چوڑے نماز (ماڈر القلق)
پکارتے کہ اگر آپ سو رہے ہوں تو جاگ جائیں مگر آپ پھر بھی تشریف نہ
لائے۔ یہاں تک کہ صبح کی نماز کے لئے نکلے اور نماز کے بعد صحابہؓ سے
مخاطب ہوئے کہ آج رات قیام حال کچھ مجھ پر محض نہ تھا۔ بتا رہے اس
اشتیاق کو بھی میں نے دیکھا۔ لیکن اس خوف سے کہ میں بحیثیت پیغمبر
زندہ ہوں وہی آ رہی ہے اس سے پہلے بنی اسرائیل نے اسی سختی کی ہے
کہ اللہ نے جو چیزیں فرض نہیں کی تھیں انہوں نے زبردستی کر کے فرض
کر دئی ہیں اور پھر نہیں کر پائے تو مارے گئے۔ تم ایک بات میں حیران
نے فرض نہیں کی ہے اس طرح سے اپنے شوق کی انتہا کھانے ہو تو کہیں ایسا
نہ ہو کہ تم یہ نماز فرض کر دئی جائے پھر نہ کر پاؤ اور اللہ کے عذاب یہ نہیں
جاؤ اس حد تک کہ جسے میں نہیں آتا اس لئے تم اس نماز کو اور دوسری
نفل نمازوں کو اپنے گھروں میں پڑھ لیا کرو کیونکہ نوافل میں وہی نماز سب سے
اچھی ہے جو گھر میں پڑھی جائے۔ بجز فرض نمازوں کے جو مسجد میں جماعت
کے ساتھ پڑھی جائیں (متفق علیہ)

اس کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں اس پر عمل ہوتا
رہا۔ عمرؓ کے شروع کے زمانہ میں بھی یہی ہوتا رہا۔ پھر ایک رات عمرؓ
مسجد نبوی میں آئے اور دیکھا کہ لوگ الگ الگ نماز تراویح پڑھ رہے ہیں تو
کہیں تھوڑے سے لوگ کھڑے ہیں جو جماعت سے پڑھ رہے ہیں۔ تب
انہوں نے فرمایا کہ کیا ہی اچھا ہو کہ ان سب کو ایک امام کے پیچھے جمع کر
دوں۔ وہ خیال کر
سنت ہے آپؐ نے تین دن تک باجماعت پڑھائی ہیں۔ اب آپؐ کی وفات
کے بعد دنیا کا سلسلہ بند ہو چکا ہے اس لئے ان کے فرض ہوجانے کا خطرہ
بھی موجود نہیں۔ چنانچہ انہوں نے ابی بن کعبؓ کے پیچھے سب کو
جمع کر دیا تاکہ ایک جماعت ہو۔ پھر دوسری رات کو جب آتے ہیں
وہ دیکھتے ہیں کہ لوگ ایک امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں تو عبد الرحمن بن
انفاری جو ان کے ساتھ تھے وہ کہتے ہیں کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دیکھ
کر کہا: "فعلت البدعة صدمہ" (یہ اچھی بدعت ہے)
یعنی ایک لامہور بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کافر عرصے میں پورا

مقام اس کو جاری کر کے میں نے کتنی اچھی نئی بات کر لی ہے کہ اب مسجد
نبوی میں ایک بار پھر ایک ہی جماعت ہو رہی ہے تراویح کے لئے ایسے
اللہ کے ہی صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں تین راتیں ایسے جماعت
کرانی تھی لیکن اس طرح خطرے سے کہ کہیں یہ فرض نہ ہو جائے۔ خدا کی
تھی اور وہ خطر اب باقی نہیں رہا۔ لیکن خود نہیں تشریف ہوئے تھے اور
نہ بہت سے صحابہؓ جماعت میں تشریف ہوتے تھے وہ تہجد کے وقت
پڑھتے تھے تو یہ کوئی تین بات نہیں تھی بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت
ہی کا احسان تھا۔

سوال: عقیقین اور سبکین کے بارے میں وضاحت فرمائیے۔
جواب: یہ تو قرآن میں واضح طور پر آ گیا ہے۔ **كَلَّا لَا
تَكُنَّ مِنَ الْفُجَّارِ كُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ** اور **الطَّائِفِينَ** وہ لوگ جن
کو نماز اور اعتبار یہ خیال کہ قیامت کے دن اللہ کے ہاں تہجدی بارگاہ
نہ ہوگی زیادہ دنیا میں تم پھر پلٹ کر آؤ گے) ہرگز درست نہیں ہے۔ ہم نے
سب کے اعمال نامے محفوظ کر رکھے ہیں تاکہ وہ فاش ہوں جو اس دن بھر پور
اجر لے اور نافرمانوں کے لئے اپنے اعمال سے انکاری ہو جائیں۔ یہ
فرمایا تھا۔ بتا رہا یہ خیال کہ تم تو نبی پھوٹ جاؤ گے اسی خیال عام سے
باز آ جاؤ۔ **إِنَّ كِتَابَ الْفَجَّارِ كُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ** وہ ضعیف و نڈھال
ہیں ان کے اعمال ناموں کو لکھا کہ ہم نے سبکین میں رکھ دیا ہے۔ جو
محفوظ ہو رہے وہ فرما رہے ان کا۔ یہی عقیقین کے لئے کہا ہے کہ وہ لوگ گمراہ
کے اعمال کا دفتر ہے۔

اب یہ لوگ ہیں جن کا عقیدہ غراب ہو گیا ہے یہ کہتے ہیں کہ نہیں
دہاں رو میں رہتی ہیں۔ عقیقین میں نیک لوگوں کی رو میں اور سبکین میں
بڑے لوگوں کی رو میں۔ حالانکہ اللہ فرماتا ہے کہ یہ اعمال ناموں کے دفتر ہیں
اور ان کے اندر فرشتے لکھ رہے ہیں۔ اس طرح قرآن کے خلاف
ان کا معاملہ ہے اور اسی پر بس نہیں اس کے ساتھ ساتھ ان کا یہ
باطل عقیدہ بھی کہ رو میں قیامت سے پہلے واپس جہنم میں آجاتی
ہیں۔ بتائیے! جب واپس آ گئیں تو پھر رو میں کہاں ہیں جو عقیقین
اور سبکین میں رہیں گی۔ ایسے دروغ کو جو ہوتے ہیں ان کا حافظہ بھی
نہیں ہوتا۔

ضروری وضاحت

صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سوال و جواب کے حوالے سے کلام نمبر ۲ کے آخر میں جواب کے تحت درج عبارت
"وہ کہتے ہیں کہ کچھ پر یہ اعتراض ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ نہیں مانتا۔۔۔" کا جواب صاحب بخیری
کے بارے میں ہے۔

اسلامی بت ساز

عشق و مستی کے بہنور میں غرق ہے سارا دین
 سی رہے ہیں روزنامہ سوس مشربیت کا کفن
 زیر دامن ان کے ہیں فردوس کے سر و سمن
 ان کی طہارت الکا مذہب ہے رسالت کہن
 اور مجاہدوں میں غرض کی بت نوازی کا جیلن
 بت گری کرنے لگے اک روز دست بت شکن

مسجدیں ویران ہیں آباد میخانے ہوئے
 یہ بزرگان ہر وقت صوفیان پاکمبار
 کتبیاں رکھتے ہیں اپنے ہاتھ میں جنت کی تہ
 حکم پر قرآن و سنت کے عمل کرتے نہیں
 شرک و بدعت کے فسادے خانقاہوں میں دہا
 کیا تعجب ہے یہی حالت رہی گروم کی



بزم ابراہیم کی ترنیت۔ بیان آذری!
 خوب ہے وعدت پرستوں کا شعار کاغذی



گھمسا رہیوں کی محاسن یہ مقبروں پر اشد خام
 فوجیوں کی سیلوں کا یہ ترک و اعتدال
 جانتی ہے جن کو دنیا ایک پاکیزہ مقام
 تو گنجین پوتا جیتے رہا مسرت ہو ہو کر دہا
 ہو چکا رخصت دلوں سے مسجدوں کا احترام
 بن چکی ہیں قیلہ حاجات قبریں لا کلام
 پوچھنا قبروں کا مسلم کے لئے ہے نیک کام
 اور مسلمانوں کے مسجد سے سجدہ جائے احترام
 خانقاہوں میں پھٹکتے ہیں منہ بدعت کے جام
 خوب ہے اولاد ابراہیم کا دینی نظام

محرم کے تماشے اور حشیں شب بارات
 نت نئی بدعت پرستی امت مرحوم کی
 یہ مزارات مقدس یہ بزرگوں کے نشان
 زمزمیے قوالیوں کے اور ڈھولک کا یہ شور
 رہ گئے قبروں کے پتھر سجدہ بزرگی کیلئے
 مانگی جانی ہیں مزاروں سے سراویں رات دن
 بت پرستی گر کرے کوئی تو کافر بن گیا
 سر پہنوں کے سامنے فیروں کا جھنکا کاغذی
 مقبروں میں ہے پرستش روز غیب اللہ کی
 خوب ہے یہ ال دین کی پسیدہ کوئی آذری

دین کی تعلیم جنس غلام بزرگ رہ گئی
 حق پرستی کفر کا بیخ ام بزرگ رہ گئی

تسليم شاہد
(اسلام آباد)

کلے بھی
آج بھی

ایمان کا فقدان

آج کے نام نہاد مسلمان

کلے کے کافر و مشرک

جو ذات الہی کی وحدانیت کے قائل اور اُسے کائنات کا خالق، مالک اور رب مانتے کے دعویدار ہیں

یہ بھی اللہ کے پاس انبیاء اور اولیاء کو اپنا سفارشی مانتے ہیں بلکہ اس طرح کہ،
"اللہ ہماری مشنہ نہیں اور ان کی مالک نہیں"

یہ انبیاء و اولیاء کی تسمین پر پڑھنے والے
لا تعداد پڑھے توں (قبور) اور مزارات کی بندگی کرتے والے
ان سے امیدیں بچھنے اور خوف کھانے والے ہیں۔

یہ نبی آخر الزماں کے اُمتی اور عاشق رسول ہونے کے دعویدار
ہیں لیکن ان کو ہر وہ کام مجہوب ہے جس سے نبی نے منع فرمایا
ہو چاہے وہ شکل و صورت کا معاملہ ہو یا اذان و صلوة اور ایمان و عقیدے کا۔

یہ نبوت کے قائل ہیں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو
یشر تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اَلَا مَاشَاءُ اللہ

یہ قوم مشکل وقت میں بھی یا غوث الاعظمؑ یا علی
مشکل کشایا رسول مدد و مبادل الحق پیرا دھک کی دہائیاں دیتی ہے
(اَلَا مَاشَاءُ اللہ مگر وہ بھی انبیاء اور نیک لوگوں کے واسطے سے
پکارنے کے قائل ہیں)

یہ قبور اور مزارات پر جا جاکے اولادیں اور دوسری
مراویں مانگتے ہیں۔

یہ قبور اور باباؤں کی بیٹھکوں پر چادریں چڑھاتے مٹھائیاں
اور چاول تقسیم کرتے اور جانور ذبح کرتے ہیں اور سر جال اپنے
حضرات کا عرس مناتے ہیں۔

کالم نگاری، بدکلامی اور فحش گوئی ان کا وطیرہ اور انداز
یہ کلمات ہے ایمان اور اسلام کے دعویدار ہونے کے باوجود
ان میں ہزار عصبیتیں ہیں۔

جو ذات الہی کے قائل تھے اور اُسے کائنات کا
کاخالق، مالک اور رازق تسلیم کرتے تھے۔

وہ انبیاء اور نیک لوگوں کو اللہ کے ہاں اپنا سفارشی تسلیم
کرتے تھے۔ مَا لِعِبَادِیَ عِندِیَ اِلَّا یَتَّقِیَ بَیِّنَاتِیَ اَلَا اللہ زَلَّیٰ ط
الزکمر: ۳۰

وہ خالق کائنات کی اہمیت کا اقرار کرنے کے بعد تین
سو ساٹھ گھڑے مجہوبوں اپنے ہاتھ کے تراشیدہ بتوں
کے سامنے جھک جیا کرتے تھے۔

وہ دعویٰ کیا کرتے تھے کہ ہم ملت ابراہیمی کے پیروکار
ہیں لیکن ہر مہم طرستہ مکی تعلیمات کو انہوں نے پس پشت
ڈال دیا تھا۔

وہ بچہ کے قائل تھے لیکن اپنی طرح کے کھانے اور
پینے والے وہ لوگوں میں گھومنے والے بشر کو نبی ماننے
کے لئے تیار نہ ہوتے تھے۔

وہ مشکل وقت میں صرف اللہ کو پکارتے تھے۔
فَاذْكُرْ اَنِّیْ اَعْلٰیۤتُہٗمُ اللہ اَخْلَصٰۤیۡنَ لَدَ اللّٰہِ
فَلَمَّا تَخَلَّوْا اِلَیَّۤیۡہِمْ اِذَا ہُمْ یُشْرَکُوْنَ ۝۱۲۱ التوبہ: ۱۲۱

وہ اولاد اور اپنی دیگر حاجات بتوں سے مانگا کرتے
تھے۔

وہ بتوں اور استخوانوں پر نہ رچ رہا کرتے تھے اور
فصل میں اپنے بتوں کو ستم ظالم کرتے تھے۔ ان کے نام کی نیاد
دیتے تھے۔

بدکلامی اور فحش گوئی ان کا ادب تھا۔ عصبیت ان
کی رنگ رنگ ہیں نبی کسی اسی وہ اپنے علاوہ دوسروں کو
انکا کھتے تھے۔

آپ کی اجتماعی کوتاہ کرنا چاہتے ہیں؟

اگر آپ ایک اجتماعی میں اہم اور ذمہ دار شخصیت ہیں تو مندرجہ ذیل اصولوں پر عمل پیرا ہو کر بڑی آسانی سے اسکا تیا پانچہ کر سکتے ہیں

- ہمیشہ اپنے آپ کو دوسروں کے مقابلے میں افضل و برتر سمجھئے۔ لوگوں کے ساتھ سلام میں کبھی پہل نہ کیجئے بلکہ اگر کوئی ساتھی سلام کرے تو مختصر جواب دیجئے۔
- کام کرنے سے ہمیشہ گریز کیجئے۔ اگر آپ پر کوئی ذمہ داری ڈالی جائے تو خوش اسلوبی سے راہ قرار اختیار کیجئے۔ ساتھی کارکنوں سے الگ خوب کام لیجئے اور اگر کوئی ذرا ہی لیت و لعل کرے تو اس کو بڑا بھلا سمجھئے۔ ہرگز نہ چوکئے۔
- ساتھیوں کے کام کا ہمیشہ کیڑے نکالئے۔ آپسے سے اچھے کام کی بھی کہیں بھول کر تعریف نہ کیجئے بلکہ ان کی جھوٹی تعریفوں کی بھی بڑکائیجئے۔
- ساتھیوں کی دل شکنی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیجئے۔ کوشش کیجئے کہ تمام لوگوں کے سامنے اپنی غلطیوں اور کمزوریوں کی نشاندہی کر کے ان کو تشاہدہ تضحیک بنایا جاسکے۔
- ساتھیوں کے ساتھ کبھی نرمی سے نہ پیش آئیے۔ بلکہ ہمیشہ سخت سست کیجئے۔ مناسب وقتوں کے ساتھ ڈانٹ ڈپٹ اور گستاخا کرنا اپنا وظیفہ بنائے رکھئے۔
- غریب اور نادار ساتھیوں پر ”نظر عنایت“ کچھ زیادہ ہی رکھئے۔ ان سے کبھی مسدھے مذاکرات نہ کیجئے۔
- نئے آنے والوں اور نوکریک/دعوت سے متعارف ہونے والوں کے ساتھ خاص طور پر سخت و ذرا ایسا کرے تاکہ وہ ہمیشہ آپ سے محبوب رہیں۔ ان کے ساتھ تشریف ریزی سے بات کرنا بہت ضروری ہے۔
- اپنی حمیت اور بڑائی ظاہر کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیجئے۔ مختلف طریقوں سے لوگوں کے قلوب و اذہان میں اپنی عظمت کا تاثر اجاگر کرتے رہئے۔ دوسری طرف عام ساتھیوں کے دلوں میں دوسرے ذمہ دار اشخاص کے بارے میں شکوک شبہات پیدا کر کے ان کو بدظن کیجئے۔
- تقاریر میں غیر معمولی جفا بابت کا مظاہرہ کیجئے اور مخالفین کو تحریک سے مستقر کرنے کی ہر ہر کوشش کرتے رہئے۔
- قرآن و حدیث کو لوگوں کے تزکیہ نفس کا ذریعہ بنانے کے بجائے لچھے دار تقاریر اور مناظرہ رنگ آمیزی کیلئے استعمال کیجئے۔
- ان نہایت ہی سادہ اور زریں اصولوں پر عمل کر کے دیکھئے۔ ”انشاء اللہ“ آپ کم سے کم وقت میں کسی بھی منظم تحریک کے تار و پود نہایت آسانی سے بکھیر کر رکھ دیں گے!

اور

اگر آپ اپنی اجتماعی کے ساتھ متخاصم ہیں اور اس کو روز بروز ترقی کرتے اور منظم ہوتے دیکھنا چاہتے ہیں تو اللہ ان اصولوں میں سے کسی ایک کو بھی اپنے پاس نہ پھینکے دیجئے۔